رجسٹرڈ آصفیہ نمبر (۱۸۱)

رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر [illegible]

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

مملکت

ہفتہ وار

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ
سالانہ .... [illegible]
ششماہی .... [illegible]
سہ ماہی .... [illegible]

قیمت فی پرچہ (۲ ر)

شرح چندہ
سالانہ .... [illegible]
ششماہی .... [illegible]
سہ ماہی .... [illegible]

قیمت پرانا پرچہ (۴ ر)

جلد ۴ | ۲۳ ر آذر ۱۳۵۴ ف | ۱۰ ر ذیقعدہ ۱۳۶۳ھ | ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۴۴ء شنبہ | نمبر (۲۹)

اب کیا ہوگا؟

گاندھی جی کا آئندہ اقدام

تنظیم مابعد جنگ کی اسکیمیں ناکام کر دی جائیں گی

ٹائمز آف انڈیا کا نمائندہ خصوصی "تحریر کرتا ہے کہ"
اب جبکہ گاندھی جناح گفتگو کے دوبارہ شروع ہونے کے امکانات بہت بعید ہوگئے ہیں ہر شخص کی زبان پر یہ سوال ہے کہ اب کیا ہوگا؟ بمبئی میں ایک صحافتی کانفرنس کو مخاطب کرنے کے بعد مسٹر گاندھی خاموش ہیں مگر راجگوپال اچاری یہ امید ظاہر کر رہے ہیں کہ مسلمان محسوس کریں گے کہ مسٹر گاندھی مطالبہ لاہور کی تکمیل کے لئے کس قدر آگے بڑھے تھے۔ اور مسٹر جناح نے واضح کر دیا ہے کہ جو نقطۂ نظر انہوں نے گاندھی جی سے گفتگو کے وقت اختیار کیا تھا اس میں تبدیلی ممکن نہیں۔

مسلم لیگ کے صوبہ واری لیڈروں نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان سے کسی شک و شبہ کے بغیر یہ ثابت ہوتا ہے کہ لیگ مسٹر جناح پر معترض نہیں بلکہ پوری طرح ان کے ساتھ ہے۔ جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے مسٹر جناح کی پوزیشن بہت مستحکم ہے۔

اکھنڈ ہندوستان کانفرنس اور سکھ تنظیمات کی روش سے ظاہر ہوتا ہے کہ قوم پسند ہندو اور سکھ تقسیم ہند کے مخالف ہیں حتی کہ وہ کانگریسی حضرات جو گاندھی جناح گفتگو کے وقت غیر جانبدار تھے پاکستان کے خلاف ہوتے جاتے ہیں صوبہ سندھ کے کانگریسیوں کی حالیہ کانفرنس میں جو مباحث ہوئے ہیں ان سے کانگریسی ہندوؤں کے ذہن کی صحیح تصویر سامنے آجاتی ہے۔ یہ امر مشکوک ہے کہ آیا ایک اوسط درجہ کا کانگریسی ہندو مسٹر گاندھی کے اس پیش کش سے متفق ہے جو انہوں نے لیگ کی قبولیت کے لئے کھلا چھوڑ رکھا ہے۔

خیالات اور آراء کے اس انتشار میں چند نتائج صاف طور پر مترشح ہوتے ہیں۔ مسٹر گاندھی اور راجگوپال اچاری مزید رعایتیں دینے تیار نہیں۔ مسٹر جناح اور ان کے پیرو اس پیش کش کو قبول کرنے آمادہ نہیں ہیں۔ اعتدال پسند ہندو جو جذبات کی رو میں گاندھی جناح مفاہمت کو قبول کرنے آمادہ نظر آتے تھے اب کسی ایسے تصفیہ پر رضامند نہیں ہوں گے جو تقسیم ہند پر مبنی ہو۔ ایک مفہوم میں آج کی صورت حال گاندھی جناح گفتگو سے پہلے کی صورت حال سے ابتر ہے۔

آئندہ کیا ہوگا؟ مسٹر جناح کیا کریں گے؟ مسٹر جناح انتظار کریں گے۔ ان کے حامی ان پر معترض نہیں ہیں۔ جہاں تک مسٹر جناح کا تعلق ہے ستمبر کی گفتگو بے نتیجہ نہیں رہی۔ انہوں نے گاندھی جی کو بعض امور کی حد تک پابند کر دیا ہے مسلم لیگ کی حد تک صورت حال پہلے سے زیادہ خراب نہیں بلکہ کچھ بہتر ہے گو ہندو ہندوستان پاکستان کا زیادہ مخالف ہوگیا ہے۔

مسٹر گاندھی آئندہ کیا کریں گے؟ ان کا موقف وہ نہیں ہے جو مسٹر جناح کا ہے۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ جس قدر آگے بڑھ سکتے تھے بڑھ چکے۔ اور نہ وہ معاملات کو ان کی حالت پر چھوڑ سکتے ہیں۔ ان کی طبیعت، ان کا نصب العین اور ان کے پیروؤں کا مزاج مختلف ہے۔ قرارداد اگست سے پہلے اور بعد کے واقعات نے ان پر بڑی ذمہ داری عائد کر دی ہے اور جو قیادت انہوں نے قبول کی ہے اس سے وہ گریز نہیں کر سکتے۔ ان کے پیروؤں کا یہ اندھا اعتقاد ہے کہ وہ معجزے دکھا سکتے ہیں۔ انہیں توقع ہے کہ مسٹر گاندھی اس بے ڈھب موقف سے انہیں نکال لیں گے۔ انہیں ابھی سے یہ امید بندھ رہی ہے کہ مسٹر گاندھی کوئی نیا اقدام کریں گے۔ مسز وجئے لکشمی پنڈت وارد ہیں کہ ان کو بھی یہی پیام ہے لیکن مگر نہیں بتلایا کہ وہ نیا اقدام کیا ہوگا۔

لارڈ ویول اور مسٹر جناح سے سمجھوتہ کرنے میں مسٹر گاندھی ناکام رہے ہیں۔ مسٹر گاندھی کو پتہ تھا کہ ان کا نقطۂ نظر معلوم نہیں تھا۔ خوش قسمتی سے ڈاکٹر محمود نے یہ کمی پوری کر دی۔ ڈاکٹر محمود نے مسٹر گاندھی سے کیا کہا اور مسٹر گاندھی کا رد عمل کیا تھا پبلک کو معلوم نہ ہو سکا۔ اس انتشار میں مسٹر گاندھی کے اپنے ذہنی رجحانات کا کسی قدر اظہار کیا ہے حکومت برطانیہ یا مسٹر جناح سے مفاہمت ہو یا نہ ہو وہ زیادہ عرصہ تک ایک تماشائی کی حیثیت سے خاموش نہیں بیٹھیں گے۔ ان کے اقدام کی کیا نوعیت ہوگی اس کا علم فی الحال کسی کو نہیں۔ اگر انہیں اپنے پرانے طریقہ پر سیاسی سرگرمیاں جاری رکھنے کی سہولتیں حاصل نہ ہوئیں تو وہ اپنی توجہ اس چیز کی طرف مبذول کریں گے جس کو کانگریس کی اصطلاح میں "تعمیری پروگرام" کہا جاتا ہے۔ مسٹر گاندھی عوام پر اپنا اثر اسی ذریعہ سے ڈالتے ہیں اور اس طریقہ کار کی سیاسی افادیت پر غیر متزلزل ایقان رکھتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہی ان کا خفیہ ہتھیار ہے۔

ابھی ایک حالیہ تقریر میں مسٹر گاندھی نے اپنی ایک اسکیم کا ذکر کیا ہے جس میں کل ہند یا ہندوؤں کی انجمن، کل ہند دیہی صنعتوں کی انجمن اور ہندوستانی تعلیمی سنگھ کو [illegible]

بقیہ سلسلہ صفحہ (۲)

مملکت ہفتہ وار

جلد ۱	۲۳ آذر ۱۳۵۴ف	نمبر ۲۹

کارپوریشن کی مخالفت ذخیرہ بازوں کی حمایت ہے

اگر ساہوکار اور غلہ کے بڑے تاجر حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کی مخالفت پر کمربستہ ہو جائیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ کارپوریشن کا وجود اس طبقہ کی ناجائز نفع اندوزی کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کارپوریشن کاشتکار اور صارفین کو ایک دوسرے سے قریب تر کرنے کا ایک موثر اور آسان واسطہ بن گیا ہے۔ کارپوریشن کی زندگی کا یہ پہلو ساہوکاروں اور بڑے تاجروں کی نظروں میں بری طرح کھٹکتا ہے۔ لہٰذا اس طبقہ کی جانب سے کارپوریشن کی خفیہ اور علانیہ مخالفت بالکل متوقع اور قابل فہم ہے۔ لیکن اگر عام صارفین اور کاشتکار کارپوریشن کی مخالفت میں آواز بلند کریں تو یہ بات یقیناً باعث حیرت ہو سکتی ہے۔

چند روز قبل کمیٹی ساہوکاران و بیوپاریان نے ایک قرارداد منظور کی جس میں حکومت سے خواہش کی گئی ہے کہ وہ کارپوریشن کو برخاست کردے۔ دوسرے الفاظ میں اس قرارداد کا یہ مطلب ہے کہ ساہوکاروں اور تاجروں کی لوٹ کھسوٹ میں حکومت کوئی مزاحمت نہ کرے۔ حیرت کی بات ہے کہ ایک مقامی معاصر نے اس قرارداد کی تائید میں طویل اداریے شائع کئے جن میں صحافت سے زیادہ وکالت کے فرائض ادا کئے گئے تھے۔ ہم یہاں اہل ملک کو یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ کمرشیل کارپوریشن کے وجود کو ہم کن وجوہ سے ضروری اور مفید سمجھتے ہیں اور کارپوریشن کی ان خامیوں کو اگر کوئی ہوں بھی تو کیوں بخوشی گوارا کرنے تیار ہیں۔

لوٹ کھسوٹ کی آزادی

ممالک محروسہ میں غلہ کی سالانہ تجارت کی مالیت سو کروڑ روپیہ ہے۔ اس خطیر رقم میں سے صرف چالیس کروڑ کاشتکاروں کو ملتے ہیں جن کی تعداد ملک کی آبادی کی ساٹھ فی صد سے زیادہ ہے اور بقیہ ساٹھ کروڑ ساہوکار اور سرمایہ داروں یعنے درمیانی اشخاص کی تجوریوں میں جاتے ہیں جن کی تعداد ملک کی آبادی میں ایک فی صد سے بھی کم ہے۔ اگر کوئی ایسی صورت نکل آئے کہ یہ درمیانی نفع اندوز ایجنسی برخاست کی جاسکے تو سالانہ ساٹھ کروڑ کی رقم یا تو کاشتکاروں کو مل جائے گی یا صارفین اس غیر ضروری بار سے سبکدوش ہو جائیں گے۔ زیادہ صحیح صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس ساٹھ کروڑ کی رقم کا نصف حصہ کاشتکاروں کو ملے اور بقیہ نصف کے بار سے صارفین کو نجات دلائی جائے۔

نفع اندوزی کا ازالہ ضروری ہے

ممکن ہے ہماری اس خواہش کو بعض حلقوں میں ایک دل خوش کن خیال سے تعبیر کیا جائے اور اس کو ناقابل عمل سمجھا جائے لیکن ایسا سمجھ کر اس اہم مسئلے سے چشم پوشی کرنا بڑی کم ہمتی ہوگی۔ ارباب فکر و نظر نے اس مسئلہ پر صرف کافی غور و خوض ہی نہیں کیا ہے بلکہ متعدد عملی تجربے بھی کئے ہیں مثلاً تحریک امداد باہمی وغیرہ۔ سوویٹ روس نے جو معاشی نظام دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ تو اب آزمائش اور تجربہ کی منزل سے بھی گزر چکا۔ ہم تصورات کی دنیا میں رہنا نہیں چاہتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ مقامی حالات اور نیک مقاصد کے مابین حتی الامکان انطباق پیدا کیا جائے۔ اور ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کا قیام جس میں صرف حکومت کا سرمایہ لگا ہوا ہو اور جس میں نفع اندوزی کا شائبہ تک نہ ہو اسی قسم کی ایک کوشش ہے۔ پس اس ادارہ کا وجود بنیادی حیثیت سے ضروری اور مفید ہے۔

دو غور طلب امور

اب صرف دو امور غور طلب یا بحث طلب رہ جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ کیا اس ادارہ کے انتظامات میں وہی کفایت ملحوظ رکھی جا رہی ہے جو ایک خانگی تاجر فطرتاً ملحوظ رکھتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کہیں نفع کمانے کے امکان نے حکومت کی نیت کو متزلزل تو نہیں کر دیا۔

اول الذکر مسئلہ کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلی بات جو ذہن نشین رکھنی چاہئے یہ ہے کہ حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن نے جس کام کو اپنے ذمہ لیا ہے اس کی وسعت اور کثرت یہی ہے کہ اس کام کو اس سے پہلے کئی لاکھ آدمی انفرادی طور پر انجام دیتے آئے ہیں یہی کام اب ایک ادارہ انجام دے رہا ہے۔ پس وہی لوگ کارپوریشن کے موجودہ عملہ کو زائد از ضرورت بتا سکتے ہیں جو نوعیت کار اور وسعت کار کا صحیح اندازہ نہیں کرسکتے۔ مثال کے طور پر معترضین کے لئے یہ جاننا مفید ہوگا کہ سنہ ۵۳ف میں کارپوریشن نے بائیس (۲۲) لاکھ تھیلوں کی حفاظت اور حمل و نقل کے فرائض انجام دئے۔ بظاہر یہ بات آسان معلوم ہوتی ہے لیکن اگر عملی دقتوں ـــــ گوداموں کے لئے موزوں مکانات کا بہ آسانی دستیاب نہ ہونا، ذرائع حمل و نقل کا مہیا نہ ہونا، قابل اعتماد کارندوں کا فقدان، موسمی تغیرات، چوروں سے مال کی حفاظت وغیرہ ـــــ کو ملحوظ رکھا جائے تو یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ کام اتنا آسان نہیں جتنا بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ ان مشکلات میں ذخیرہ بازوں اور نفع اندوزوں نے جو اضافہ کیا ہے وہ بھی ایک دلچسپ اور سبق آموز داستان ہے۔ مثلاً اس بہانے سے کہ مال خراب ہو رہا ہے اس کی فوری نکاسی کی سفارش کرنا یا حمل و نقل کے مقررہ اور منظورہ پروگرام کو درہم برہم کرنے کے لئے کسی ایسے مقام پر غلہ کی مصنوعی قلت پیدا کرنا جو کارپوریشن کے ابتدائی پروگرام میں شریک نہ تھا تاکہ فوری نوبت پر کارپوریشن اپنے حمل و نقل کے پروگرام کو بدلنے پر مجبور ہو جائے، ان نفع اندوزوں کے کھلے ہتھکنڈے رہے ہیں۔ الغرض ہر گز بر وقتوں کے ساتھ ساتھ ذخیرہ بازوں کی سازش اور پریشان کن ریشہ دوانیاں کارکنان کارپوریشن کے شامل حال رہیں۔ ان امور سے قطع نظر حکومت یا ارباب کارپوریشن نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ غلہ کی تجارت میں مہارت رکھتے ہیں۔ یہ تو ایک ناگوار فرض ہے جس کو حتی الامکان خوش اسلوبی سے ادا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کارپوریشن کے قیام کی بنیادی ضرورت اور افادیت کو فراموش کر جانا یا ان مزاحمتوں کو نظر انداز کرنا جو کارپوریشن کے راستے میں وقتاً فوقتاً پیدا کی جاتی رہی ہیں اور صرف اس کی نام نہاد خامیوں کو اچھالنا یہ سب کچھ ایک ایسا ہی شخص کرسکتا ہے جس نے یا تو اس مسئلہ کی اہمیت کو سمجھا ہی نہ ہو یا جس نے ساہوکاروں سے وکالت نامہ حاصل کیا ہو۔

اصلاح کی تدبیریں

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ کارپوریشن کا کام اپنی نوعیت اور وسعت کے اعتبار سے غیر پیشہ ور اصحاب کے لئے ایک بالکل نیا کام ہے۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ کارپوریشن کے منیجنگ ڈائرکٹر بہت کم وقفہ کے ساتھ بدلتے رہے۔ پہلے صنعت و حرفت کو نواب مہدی نواز جنگ بہادر کی ضرورت ہوئی۔ حیدرآباد اسٹیٹ بنک کو خان بہادر احمد محی الدین کی ضرورت ہوئی۔ اس لئے ان دونوں اصحاب کو یہ موقع ہی نہیں ملا کہ وہ کارپوریشن کے معاملات کو ٹھیک طور پر چلا کر اس کو ٹھیک چلتی گاڑی کی صورت دیتے۔ ان پیہم تبادلوں پر اعتراض بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ صنعت و حرفت اور حیدرآباد اسٹیٹ بنک کوئی غیر اہم ادارے نہیں ہیں۔ اب حکومت نے چند ماہ ہوئے مولوی عبدالقیوم خان صاحب کو اس اہم عہدہ پر مامور کیا ہے۔ ہمیں یقین ہے جیسے جیسے زمانہ گزرتا جائے گا۔

مولوی عبدالقیوم خان صاحب کارپوریشن کے معاملات میں نہ صرف ضبط و نظم قائم کریں گے بلکہ ان میں اصلاح و ترقی کی راہیں ڈھونڈ نکالیں گے۔ پچھلا تجربہ یقیناً مفید ثابت ہوگا۔ نہ صرف گودام کے انتظامات بلکہ حمل و نقل کے انتظامات بھی دن بدن بہتر ہوتے جائیں گے۔ حکومت سرکار عالی کا یہ فیصلہ کہ وہ کارپوریشن کے غلہ کی حفاظت کے لئے پختہ اور مستقل گودام ملک کے ہر حصہ میں تعمیر کرائے گی ایک ایسا فیصلہ ہے جس سے حکومت کے عزائم کا پتہ چلتا ہے۔ حمل و نقل میں سرعت و کفایت کی خاطر لاریوں کی کثیر تعداد کارپوریشن کی تحویل میں دے دی گئی ہے۔ غرض نظم و نسق میں جو بھی خامیاں رہ گئی ہوں انہیں دور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ذخیرہ بازوں کو جواب

اس سوال کے متعلق کہ آیا کمرشیل کارپوریشن نفع اندوزی کر رہا ہے ہم مسٹر گپتا کے اس جواب کو دہرانا کافی سمجھتے ہیں جو انہوں نے مشاورتی مجلس اغذیہ کے گزشتہ اجلاس میں سیٹھ پنا لال پتی کو دیا تھا۔ مسٹر گپتا کا استدلال یہ تھا کہ جن نرخوں پر کارپوریشن اپنا غلہ فروخت کر رہا ہے انہی نرخوں پر تاجر اپنا غلہ فروخت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ کارپوریشن نفع اندوزی نہیں کر رہا ہے۔ اگر تاجر اس کا اعلان کریں کہ وہ کم داموں پر غلہ کی سربراہی اس بڑے پیمانہ پر کرنے آمادہ ہیں تو اس وقت ہم کارپوریشن سے پوچھیں گے کہ وہ اپنے اخراجات نظم و نسق میں مزید تخفیف کیوں نہیں کر سکتا۔ فی الوقت مسٹر گپتا کا استدلال عوام کی تشفی کے لئے کافی ہونا چاہئے۔

غریب دعا دیں گے

از

میر حسن الدین

سنا جا رہا ہے کہ اجناس خوردنی کی پیداوار میں اضافہ کرنے سے متعلق جو تجاویز اہل الرائے کے زیر غور ہیں اُن میں ایک تجویز یہ بھی ہے کہ اجناس خوردنی کے کاشتکاروں سے کوئی زر مالگزاری وصول نہ کیا جائے محاصل کا بار صرف ان کاشتکاروں پر عائد کیا جائے جو غیر غذائی فصول کی کاشت کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ تجویز قبول کر لی جائے تو سرکار عالی کی آمدنی میں معتدبہ کمی واقع ہوگی۔ تجویز زیر بحث کا ایک جزو یہ بھی ہے کہ نفاذ انکم ٹیکس سے اس کمی کو پورا کیا جائے۔

یہ تجویز واقعی اس قابل ہے کہ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے۔ کاشتکاروں کے نقطۂ نظر سے اس تجویز سے متعلق دو رائے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اور کاشتکاروں کا ہر فرد یہ چاہے گا کہ اس تجویز کو فوراً قبول کر لیا جائے اور اس کو جلد از جلد نافذ کر دیا جائے۔ بحث طلب امر صرف یہی رہ جاتا ہے کہ سرکار عالی کی آمدنی میں جو کمی واقع ہوگی وہ اس کی پابجائی بذریعہ انکم ٹیکس ہو یا کسی اور ٹیکس کے ذریعہ۔ یہ مسئلہ ماہرانہ جانچ و تنقیح کا محتاج ہے۔ یہاں صرف اسقدر کہنا کافی ہے کہ جو بھی ٹیکس تجویز ہو وہ ایسا ہو کہ اس کا بار صرف اپنے طبقوں تک محدود رہے۔

ایک دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حکومت سرکار عالی تو کسی نہ کسی طرح اپنے خسارہ کی پابجائی کر لے گی لیکن اُن علاقوں کا کیا حشر ہوگا ——— یعنے غیر خالصہ علاقہ جات ——— جو کسی جدید ٹیکس کو نافذ کرنے کے مقتدر نہیں ہیں۔ یہ سوال بے شک غور طلب ہے کیونکہ اگر یہ طے پا جائے کہ محصول مالگزاری ختم کر دیا جائے تو ظاہر ہے کہ اس تصفیہ کا اطلاق ممالک محروسہ کے ہر حصہ پر ہوگا۔ علاقہ دیوانی اپنے نقصان کو برداشت بھی کر سکتا ہے اور اس کی پابجائی بھی کر سکتا ہے لیکن غیر خالصہ علاقہ جات پر یہ بات صادق نہیں آتی۔ اس لئے جب اس مسئلہ پر غور کیا جائے تو یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ غیر خالصہ علاقہ جات میں جو کمی ہوگی وہ کس طرح پوری کی جائے گی۔ اگر طبقہ جاگیرداران نفاذ انکم ٹیکس کی پوری تائید کرے تو یہ ہو سکتا ہے کہ محاصل مالگزاری کے برخاست کئے جانے سے غیر خالصہ علاقہ جات کو جو خسارہ لاحق ہوگا اس کی پابجائی علاقہ دیوانی انکم ٹیکس سے کر دے۔

اگر حکومت سرکار عالی چاہتی ہے کہ ملک میں غلہ کافی مقدار میں پیدا ہو اور سستے داموں فروخت ہو تو اس کی واحد صورت یہی ہو سکتی ہے کہ اجناس خوردنی کے کاشتکاروں سے نہ مالگزاری وصول نہ کیا جائے۔ غذا کی قلت اور گرانی سے غریب عوام بے حد پریشان ہیں۔ اہل ملک پر حکومت کا بڑا احسان ہوگا اگر وہ تجویز بالا پر ہمدردانہ غور فرمائے۔ اور کاشتکار بھی حکومت کے ممنون ہوں گے اگر حکومت انہیں محاصل کے بار سے آزاد کر کے اُن طبقوں سے محاصل وصول کرے جو آج تک ہر قسم کے محاصل کے بار سے آزاد رہے اور جو اس بار کو برداشت کرنے کی کافی سے زیادہ استطاعت رکھتے ہیں۔ توقع ہے کہ آنریبل مسٹر آرگسن اس موقع پر اپنے اعلیٰ تدبر کا ثبوت دیں گے۔

جنگ کے اختتام سے قبل ایران بیرونی کمپنیوں کو تیل کی مراعات نہیں دے گا

طہران۔ ۲۳ اکتوبر۔ یہاں کل اس امر کا انکشاف ہوا ہے کہ حکومت ایران نے اس وقت غیر ممالک کو تیل کی کسی قسم کی مراعات دینے سے انکار کر دیا ہے اور اس گفت و شنید کو جو اس سلسلہ میں چل رہی تھی جنگ کے ختم تک ملتوی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

ایم سید وزیر اعظم ایران نے ان غیر ملکی اخباری نمائندوں سے کہا کہ گزشتہ جنوری سے امریکن کمپنیاں سٹینڈرڈ ویکیوم آئیل اور شیل آئیل اور برطانوی کمپنی شیل نے بلوچستان کے جنوب مشرقی علاقہ میں تیل کی مراعات حاصل کرنے کی درخواست کر رہی تھی معاہدہ کا ایک مسودہ مرتب کرنے کے لئے امریکہ کے دو ماہرین کو بھی بلایا گیا تھا لیکن اس وقت حکومت میں جمود پیدا ہو گیا اور جمود کے اسباب میں ایک سبب تیل کی مراعات بھی تھی۔ پارلیمنٹ نے غیر ملکوں کو جنگ کے ختم تک تیل کی مراعات کی مخالفت کی۔ چنانچہ ایران کی نئی حکومت نے تمام سوالات کو جنگ کے بعد تک کے لئے ملتوی کر دیا۔

حال ہی میں روسی ڈیلیگیشن شمالی ایران میں تیل کی مراعات کے ارکان پر گفت و شنید کرنے کے لئے طہران پہونچا لیکن اس کے روبرو ایرانی حکومت کے فیصلے، پارلیمنٹ اور عوام کے طرز عمل کی تشریح کی گئی۔ وزیر اعظم نے مزید کہا کہ حکومت ایران ایک نیا محکمہ قائم کر رہی ہے جو ایران کے قدرتی ذرائع کی نسبت معلومات حاصل کرے گا۔

مزدوروں کے مفاد کی حفاظت

حکومت سرکار عالی کی تدابیر

آئینی مشاورتی مجلس مزدوران کے پہلے اجلاس میں جو ۲۹ مہر آبان ۱۳۵۵ ف کو منعقد ہوا تھا مدار المہام بہادر نواب چھتاری نے تقریر کرتے ہوئے ان تدابیر کا تذکرہ کیا جو مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لئے اختیار کی جا رہی ہیں۔ ذیل میں اس تقریر کا متن درج ہے:۔

میں بڑی مسرت کے ساتھ آئینی مشاورتی مجلس کے پہلے اجلاس میں آپ حضرات کا خیر مقدم کرتا ہوں اور اس موقع کے لحاظ سے میں اس سے بہتر کون سی ابتداء ہو سکتی ہے کہ میں اس شاہانہ ارشاد کو دہراؤں جو مصنوعات حیدرآباد و برار کی چھٹی نمائش کے موقع پر آقائے ولی نعمت خلد اللہ ملکہ نے فرمائے تھے۔

"صناعوں سرمایہ داروں اور مزدوروں کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ صنعتی بہتری ترقی سرمایہ کے بہتر استعمال اور مزدوروں کی خوشحالی میری غائر نگاہ اور ہمدردی کے مرکز ہیں۔ ...... مزدوروں کے حقوق کی حفاظت اور ان کی خوشحالی کا مجھے خاص طور پر خیال ہے۔"

آپ جانتے ہیں کہ اس مجلس کو آئینی حیثیت حاصل ہے اور اصلاحات کی اسکیم کے ماتحت متعدد مشاورتی مجالس قائم کی گئی ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ مختلف مفادات کے نمائندوں اور حکومت کے درمیان اشتراک عمل پیدا کیا جائے اور مزدوروں سے تعلق رکھنے والے مسائل کی بڑھتی ہوئی اہمیت کو تسلیم کیا گیا اور اس لحاظ سے ہماری یہ مشاورتی مجلس ایک خاص مقام رکھتی ہے جس کے قواعد گو جریدہ میں شائع ہو چکے ہیں اور جن میں اس کے فرائض کی وضاحت کی گئی ہے لیکن قواعد کی ظاہری شکل سے زیادہ اہم وہ جذبہ ہے جس کے ماتحت قواعد پر عمل پیرائی کی جاتی ہے اور مجھے یقین ہے کہ اراکین کو کامل تعاون صحیح معنوں میں اس اہم مجلس کو کامیاب بنائے گا۔

ممالک محروسہ سرکار عالی میں صنعتی ترقی کی وجہ سے حکومت سرکار عالی نے آبان ۱۳۵۵ ف میں ایک مختصر سے عملہ کے ساتھ ایک لیبر آفیسر کا تقرر اس غرض سے فرمایا کہ وہ موجودہ حالات کو سمجھانے سے متعلق تجاویز مرتب کرے مزدوروں سے تعلق رکھنے والے نافذ الوقت قوانین میں ترمیمات کرنے اور نئے ضروری قوانین کے نفاذ کے لئے تحریکات پیش کرے اور اس وقت مزدوروں سے متعلق حسب ذیل قوانین نافذ ہیں۔

۱۔ دستور العمل کارخانہ جات
۲۔ قانون معاوضہ مزدوران
۳۔ قانون معاوضہ زچگی برائے زنان مزدور پیشہ
۴۔ دستور العمل ادائی اجرت
۵۔ حکم متعلق نزاعات تجارتی تحت قاعدہ (۵)
۶۔ داخل القواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی۔
۷۔ دستور العمل خدمات ضروریہ
۸۔ دستور العمل معاوضہ زچگی برائے زنان مزدور پیشہ معدنیات

حسب ذیل قوانین زیر غور ہیں۔

۱۔ قانون نزاعات تجارتی
۲۔ قانون انجمن پیشہ وران
۳۔ قانون اسیری اطفال
۴۔ قانون تنسیخ قانون تکمیل معاہدہ اہل حرفہ و دفعات ۱۷۱م و ۱۹۱م تعزیرات آصفیہ
۵۔ قانون ترمیم قانون معاوضہ مزدوران

ان میں سے چند قوانین بطور دستور العمل نافذ کئے گئے ہیں تاکہ تاخیر نہ ہو۔ مسودہ قانون انجمن پیشہ وران مجلس منتخبہ کی منزل سے گزر چکا ہے اور اس کے بہت جلد نافذ ہونے کی توقع ہے قانون تکمیل معاہدہ اہل حرفہ اور تعزیرات آصفیہ کی دفعات ۱۷۱م و ۱۹۱م چونکہ مزدوروں کے مفاد کے مغائر ہیں اس لئے وہ منسوخ کئے جا رہے ہیں۔ حکومت سرکار عالی مزدوروں کی فلاح و بہبود کو جو اہمیت دیتی ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ جدید دستور العمل کارخانہ جات کی رو سے اوقات کار میں ایک ایسے زمانہ میں کمی کی گئی ہے جبکہ مزدوروں کی شدید قلت محسوس کی جا رہی ہے۔

۱۳۵۱ ف میں اسٹیٹ ریلوے کے مزدوروں کی شکایتوں کی تحقیقات کی غرض سے ایک کمیٹی ایک معزز رکن کونسل کی صدارت میں قائم کی گئی۔ وزیر سلطان ٹوباکو کمپنی کی نزاع کو ۱۳۵۴ ف میں ایک مجلس مصالحت کے سپرد کیا گیا اور محبوب شاہی گلبرگہ ملز کے متعلق تنازعہ کا تصفیہ ۱۳۵۵ ف میں بذریعہ ثالثی کرایا گیا۔

معادن کے لئے بھی ایک فنڈ بہبودی مزدوران کا قیام عمل میں آیا ہے جس کا مستقر کوتہ گوڈم (ہے) ہے کوئلہ پر حساب فی ٹن ایک آنہ سے چار آنے تک محصول عائد کیا جانے والا ہے اور جو رقم اس طرح وصول ہوگی وہ کوئلہ کی کانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی فلاح کے لئے استعمال کی جائے گی اس سلسلہ میں ایک مشاورتی کمیٹی بھی مقرر کی جا رہی ہے جس میں معدن کے مزدوروں اور ان کے آجروں کو مساوی نمائندگی حاصل ہوگی۔

ممالک محروسہ سرکار عالی میں مزدوروں کے حالات کی چھان بین کے لئے ایک تحقیقاتی کمیٹی کا قیام بھی عمل میں آیا ہے۔ چونکہ کمیٹی کے تحقیقات طلب امور کا پہلے ہی اعلان ہو چکا ہے اس لئے میں یہاں انہیں دوہرانا نہیں چاہتا لیکن میں یہ ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ صرف مواد فراہم کرنے والی کمیٹی ہے اس لئے حکومت سرکار عالی آجروں اور مزدوروں سے کامل تعاون کی توقع رکھتی ہے نیز آپ کو اس کا بھی علم ہوگا کہ جنگ کے بعد کے مزدور مسائل کو حل کرنے کے لئے بھی ایک کمیٹی قائم کی گئی ہے۔

حکومت حیدرآباد سہ جماعتی مزدور کانفرنس (اور مجلس قائمہ) کے اجلاسوں میں جو دہلی اور دیگر مقامات پر منعقد ہوئے ہیں اپنے نمائندے باقاعدہ طور پر بھیجتی رہی ہے تاکہ وہ برطانوی ہند اور ہندوستانی ریاستوں میں مزدوروں سے متعلق بدلتے ہوئے حالات سے باخبر ہو سکے۔

حال ہی میں سات امیدواروں کو مزدوروں کی فلاح سے متعلق کام کی تربیت حاصل کرنے کی غرض سے منتخب کیا گیا ہے ان میں سے دو کو ٹاٹا سوشل انسٹیٹیوٹ (اور پانچ کو سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی) بھیجا گیا ہے ایک علحدہ محکمہ لیبر کا قیام بھی عمل میں لایا جا رہا ہے۔ حکم متعلق نزاعات تجارتی جس میں مجالس مصالحت اور صنعتی عدالتوں کے قیام کی گنجائش موجود ہے قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی کے تحت نافذ کیا گیا ہے تاکہ اس سے جو تجربہ حاصل ہو اس کی روشنی میں ایک مستقل قانون وضع کیا جا سکے۔ ایجنڈا کا تیسرا جزو بڑے صنعتی کاروبار کے احکام قائمہ سے تعلق رکھتا ہے جس پر آپ حضرات کو اظہار خیال کی دعوت دی جاتی ہے۔

اب کیا ہوگا؟

بقیہ سلسلہ صفحہ (اول)

مرکز کے تحت رہنے کے بجائے ہر گاؤں میں رہنے ایک خود مختار وحدت کی حیثیت سے کام کریں گے۔ دوسرے الفاظ میں دیہی ہندوستان میں سیاسی و سماجی اصلاح سے متعلق گاندھی جی کے نصب العین کو بروئے کار لانے کے نظر کیا جائے اس اقدام کو بظاہر مقصد معلوم ہوتا ہے کہ مابعد جنگ تنظیم کی سرکاری اسکیموں کو پس پشت ڈال دیا جائے کیونکہ ان اسکیموں کی نسبت یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ ان کا منشاء عوام کی توجہ سیاسیات سے ہٹانا ہے

یہ ہے مسٹر گاندھی کا نیا اقدام۔ اس کے نتیجہ انہیں سے کہ مایوسی کی وہ فضا دور ہو جائے گی جو اس وقت ملک پر چھائی ہوئی ہے۔ اگر اس مہم کو چلانا ان کے لئے ناممکن ہو جائے تو دیکھا کریں گے اس کے نسبت ... متعلق ...

جاپان کے مقبوضہ ممالک میں اقتصادی انتشار

ایک قلیل مدت میں جاپان، منچوریا سے جزائر سلیمان تک تقریباً پانچ ہزار میل کے حدود کے اندر مختلف ملکوں پر قابض ہو گیا ہے۔ اس وسیع رقبے میں جاپان کے مقبوضہ ممالک سیاسی، اقتصادی اور سماجی اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ لیکن جاپانی حکمراں ان سب کو "وسیع تر ایشیا کا خوش حال حلقہ" کے ایک ہی مشترکہ نام سے پکارتے ہیں۔

جاپانی سامراج کی تاریخ

وسیع تر ایشیا کے خوش حال حلقے کی تعمیر جاپانی سامراج کے ارتقا کی تاریخ ہے۔ ۱۸۹۵ء میں جاپانی سامراج کو پہلا شکار میسر ہوا۔ اس کے بعد ہی جاپان نے چینی علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ اس زمانہ میں انگلستان اور امریکہ کی حکومتیں اپنے منصوبوں کی خاطر جاپان کو خوش رکھنے کے لئے ہاتھ دھرے بیٹھی تھیں۔ جاپان نے بین الاقوامی حالات سے فائدہ اٹھا کر بڑی تیزی سے جنوب کی جانب پیش قدمی کی۔

۱۰ فروری ۱۹۳۹ء کو جاپانی فوجوں نے چینی جزیرہ ہینان اور ۳۱ مارچ کو فرانسیسی جزیرہ اسپریٹلے پر قبضہ کر لیا۔ اب وسیع تر ایشیا کے خوش حال حلقے کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ جاپانی بحری بیڑہ چین میں مغربی سامراجیوں کے مفاد پر حملہ کرنے کی فکر میں لگا تھا۔ اسی وقت جبکہ ۱۹۴۰ء میں جاپانیوں نے سیام اور ہندچینی کے درمیان خانہ جنگی شروع کرا دی اور فوجی مداخلت کی آڑ لے کر ہندچینی پر قابض ہو گیا اور سیام کو اپنے زیر اثر کر لیا۔ بحرالکاہل میں نئے مقبوضات حاصل کرنے کی یہ ابتدا تھی۔ جنوبی بحیروں کی انجمن کے سکریٹری ریونو داوزومی نے ایک جاپانی اخبار میں بڑی دیدہ دلیری سے جاپان کے مقاصد کا اعلان کیا۔ "جنوبی سمندر جاپان کی جان ہیں اور اس علاقہ میں فلپائن، بورنیو، سماترا، جاوا، ملایا، برما، سیام اور فرانسیسی انڈوچین سب شامل ہیں۔"

ان تمام مقامات پر قبضہ کر لینے کے بعد بھی جاپان کے سامراجی حلقے اپنے خوش حال حلقے کو اور وسیع بنانے سے باز نہیں آئے۔ انھوں نے کہنا شروع کیا کہ جب تک ہندوستان، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور جزائر ہوائی پر ان کا تصرف نہیں ہوگا، وسیع تر ایشیا کا خوش حال حلقہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ شمال میں سوویٹ روس کے علاقوں پر بھی ان کی نظریں جمی ہوئی تھیں لیکن فی الحال شمال کا خطرہ دیکھ کر جاپان کے حکمراں طبقہ نے شمال کی جانب پیش قدمی ملتوی کر دی ہے۔

مقبوضہ ممالک کے حالات

اس وقت جاپان پچاس کروڑ انسانوں کو غلام بنائے ہوئے ہے اور [illegible] مربع میل رقبہ کا مالک ہے۔ انتظام کی آسانی کے لئے یہ رقبہ دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ پہلا خاص جاپانی مقبوضہ علاقہ ہے اور دوسرے حصہ میں جاپان کے بنائے ہوئے آزاد ممالک شامل ہیں۔ پہلے حلقہ کو تین حصوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ شمالی ملایا اور ان کے قریب کے جزائر ایک حلقہ میں شامل ہیں اس کا مرکز سنگاپور ہے۔ دوسرے حلقہ میں جزائر جاوا ہیں۔ سورابایا اس کی راجدھانی ہے۔ جزیرہ بورنیو تیسرا حلقہ ہے اس کا خاص شہر کوچنگ ہے۔ ان تینوں حلقوں میں جاپان کے فوجی افسروں کی حکومت ہے۔ کہیں کہیں کچھ مقامی آبادی سے بھی کچھ افسر مقرر کئے جاتے ہیں جنہیں ہر صورت میں جاپانی حکام کے ماتحت رہنا پڑتا ہے۔

اب آزاد ممالک کا حال سنئے: نئی پالیسی کے تحت جاپان نے مقبوضہ چین، منچوریا، برما، فلپائن، سیام اور اندرونی منگولیا کو آزادی کا پروانہ دے دیا ہے۔ ان ممالک اور جاپان کے درمیان مساوی حیثیت سے جو معاہدے ہوئے ہیں ان کی پہلی شرط یہ ہے کہ جنگ ختم ہونے تک جاپانی فوجیں وہاں موجود رہیں گی۔ ان آزاد ملکوں کی آزاد حکومتوں کو مشورہ دینے کے لئے جاپانی مشیر مقرر کئے گئے ہیں۔ جن کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

نومبر ۱۹۴۳ء میں ان تمام آزاد ممالک کے نمائندوں کی کانفرنس ٹوکیو میں منعقد ہوئی تھی۔ کانفرنس میں سبھاش چندر بوس نے ہندوستان کی نمائندگی فرمائی تھی۔ کانفرنس کے صدر جنرل ٹوجو نے یہ تجویز پیش کی کہ ہمیں ایک خاص اعلان کر کے ہی اٹھنا چاہئے۔ چنانچہ اعلان کیا گیا۔ ایشیا کی تمام طاقتوں کو استعماریوں کے خلاف متحد کیا جائے اس کی رہنمائی جاپان کے ہاتھوں میں رہے جو جاپانی کہاوت کے مطابق ایشیائی خاندان کا سردار ہے۔

جاپان کی مشکلات

ایشیا کے اتنے بڑے رقبہ پر قبضہ کرنے کے بعد بھی جاپانی حکمراں طبقہ ابھی تک وہاں کے نامحدود ذرائع سے مکمل فائدہ حاصل نہیں کر سکا ہے اور نہ مستقبل میں اس کی امید ہے۔ اپنے سامراجی مقاصد کو پورا کرنے کے لئے جاپان کو کئی اہم مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اکثر مقبوضات جاپان سے دور دراز واقع ہیں۔ جنگ کے حالات میں جب کہ جنوب میں جاپان کو بحری، بری اور ہوائی حملوں کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔ مقبوضات سے خام اشیا کی برآمد آسان نہیں ہے۔ جاپان کے موجودہ ذرائع نقل و حمل اس ضرورت کو پورا نہیں کر سکتے۔

وسیع ذرائع کو کام میں لانے کے لئے بہت سرمایہ کی ضرورت ہے جو آج دستیاب نہیں ہے۔ موجودہ جنگ سے پہلے برطانیہ، امریکہ کے سامراجی جاپانی سرمایہ داروں سے سمجھوتا کر کے ایشیا کے ممالک کو لوٹنے کے لئے بڑے سرمایہ لگاتے تھے اب بین الاقوامی حالات نے انہیں مجبور کر دیا ہے۔ جاپانی سرمایہ دار بدلتی ہوئی فضا دیکھ کر اپنا سرمایہ محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ جاپانی حکمراں طبقہ سرمایہ کے مسئلہ کو حل کرنے سے قاصر رہا ہے۔

انتہائی کوششوں کے باوجود کل خام اشیا کو استعمال کرنے کے لئے جاپان ابھی تک بڑی صنعتوں کو وسعت دینے میں ناکام رہا ہے۔ جاپان میں خام اشیا کی درآمد اور ان کے استعمال کا مسئلہ بڑی اہمیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ مثلاً جاپانی اخبارات جاپان کے باشندوں کو مشورہ دے رہے ہیں کہ مکانات کی چھت، فرش اور فرنیچر وغیرہ بانس کے بنائے جائیں۔ اگر حالات کی رفتار یہی رہی تو گمان ہے کہ جاپانی اخبار چند دنوں میں بانس کی بجائے ربڑ استعمال کرنے کی صلاح دینے لگیں۔

اقتصادی انتشار

جاپان کے زیر دست حلقے اقتصادی انتشار کے جال میں بری طرح پھنسے ہوئے ہیں۔ مشکلات سے بچنے کے لئے وہ مقبوضہ علاقوں میں اپنی زیر نگرانی صنعتیں قائم کرنے کی فکر میں ہیں۔ مٹی کے تیل اور پٹرول کی تباہ شدہ صنعت کو دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن وسیع ذرائع نہ ہونے کے سبب فی الحال کامیابی کے آثار نظر نہیں آتے۔ اسی طرح بورنیو، ملایا اور ان مقامات میں جہاں لوہا پایا جاتا ہے پرانی قسم کی چھوٹی بھٹیاں کھولی گئی ہیں تاکہ جاپان کو تیار لوہا مل سکے۔ لیکن یہ بھٹیاں چوبیس گھنٹے میں صرف بیس تیس ٹن لوہا تیار کرتی ہیں۔ ان دقیانوسی طریقوں سے جنگ کی ضروریات کبھی پوری نہیں ہو سکتیں۔

جاپان کے مقبوضہ ممالک میں اقتصادی انتشار کا ایک اہم سبب ہے۔ موجودہ جنگ سے پیشتر جنوبی مشرقی ایشیا اور بیرونی دنیا کے درمیان گہرا اقتصادی ربط رہا ہے۔ اس کی تمام خام اشیا یورپ اور امریکہ کے بازاروں میں فروخت ہوا کرتی تھیں۔ اب یہ سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ جاپان نہ صرف کل خام اشیا استعمال کرنے سے قاصر ہے بلکہ اپنی بنی ہوئی پیداوار اور اس کی تجارت کی خاطر مقبوضات کی زرعی پیداوار پر پابندی عائد کر رہا ہے۔

ان حالات نے جاپان کے مقبوضہ اور زیر اثر علاقوں میں زبردست اقتصادی انتشار پیدا کر دیا ہے۔ اس کا شکار وہاں کے صرف کسان، مزدور اور متوسط طبقے کے عوام ہی نہیں ہیں بلکہ وہ مقامی سرمایہ دار اور رئیس بھی ہیں جنہوں نے شروع میں جاپانی پروپیگنڈہ قبول کر کے جاپانی فوجوں کو اپنے ملک میں خیر مقدم کیا تھا۔

جاپان نے پہلے بھی دنیا کو تسخیر کرنے کے خواب دیکھے تھے جو شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے۔ آج وہ فاشستوں کی کشتی میں سوار ہے جس کے کئی تختے ٹوٹ چکے ہیں۔ عظیم تر ایشیا کے خوش حال حلقے کا شیرازہ اقتصادی انتشار سے پارہ پارہ ہو گیا ہے۔ جاپانی سامراجیوں کے منصوبے بھی ہٹلر کے منصوبوں کی طرح مسمار ہونے والے ہیں۔ آج سامراج کا طلوع ہوتا ہوا سورج غروب ہو رہا ہے۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

مولانا راشد تیر تو کے ایک صحافتی بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے معاصر "رعیت" نے تحریر کیا ہے کہ :-

"اس کی سخت ضرورت تھی کہ ذمہ دارانہ حکومت کا پورا نظریہ عوام کے سامنے لایا جائے اور یہ بتلایا جائے کہ وہ ذمہ دارانہ حکومت کیا کام کرے گی۔ اس میں شبہ نہیں کہ مولانا راشد تیر تو کا پیش کردہ نظریہ اور پروگرام بالکل سرسری ہے تاہم یہ بتلا دیا جانا بہت ضروری تھا کہ ذمہ دارانہ حکومت کن مقاصد کے حصول کے لیے کام کرے گی"۔

ایک مقصد جس کے حصول کی کوشش کی جا رہی وہ بہت واضح ہے اور وہ یہ ہے کہ اقتدار پر سرمایہ داروں اور ان کے ایجنٹ سیاسی لیڈروں کا قبضہ ہو جائے۔ البتہ ایک چیز ہم سمجھنے سے قاصر ہیں کہ مولانا جو تارک الدنیا ہونے کے بعد سیاسی اقتدار کے پیچھے کیوں پڑ گئے!!

"آخر تقررات کو ہماری حماقت کے لیے اس قدر نفس حیات کیوں بن گیا ہے کہ گویا ہماری قومی زندگی میں عمرو بکر زید کا تقرر ہی ایک ایسی بڑی بات ہے جس سے بڑا کوئی دوسرا مسئلہ نہیں ہو سکتا۔" (پیام مورخہ ۱۰ فروری)

شخصیات سے دلچسپی لینے کے اس غلط رجحان کے خلاف معاصر محترم نے جہاد شروع کر دیا ہے چنانچہ دوسرے ہی دن یعنی ۱۲ فروری کی اشاعت میں ہمارے معاصر نے یہ خبر شائع کی جس کو کسی دوسرے اخبار نے شائع نہیں کیا ہے کہ

"صاحب ناظم تعمیرات ... اپنے عہدے پر مستقل کئے گئے۔ یہ استقلال درحقیقت صاحب موصوف کی غیر معمولی قابلیت اور اعلیٰ خدمات کا ایک موزوں اعتراف ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ محض قابلیت کے معیار پر اعلیٰ عہدہ داروں کی ترقی کی یہ مثال سرکاری اور غیر سرکاری حلقوں میں بہ نظر استحسان دیکھی گئی"۔

یاد ہوگا کہ ناظم تعمیرات کے مسئلہ پر ہمارے معاصر نے ... کوئی اداریہ تحریر نہیں کیا تھا حالانکہ ... کی مطابقت اس کو ... بجا ہے ...

"حیدرآباد خوب جانتا ہے کہ کس طرح باہر سے یہ مقصد ریاستوں کے اندر لائے جاتے ہیں اور کس طرح وہ لوگ جو برطانوی ہند کی سیاسی زندگی میں کبھی کوئی مفید کام نہ کر سکے ریاستوں کی پرامن فضا کو بھی زہر آلود بناتے ہیں۔ ان سے یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ خود برطانوی ہند میں جو ان کا وطن ہے وہ آج تک کس مسئلہ کو طے کر سکے کہ اب اپنی جدوجہد کے لئے ریاستوں میں نئے میدان تلاش کر رہے ہیں۔" (پیام)

کہیں یہ خود نوشتہ سوانح عمری تو نہیں؟

"معین امیر جامعہ کی حالیہ تقریر سے متعلق انجمن طلبائے قدیم جامعہ عثمانیہ نے ایک طویل قرارداد شائع کی۔" (ایک خبر)

ہمیں اطلاع ملی ہے کہ اس قرارداد کی اشاعت کے بعد عثمانیین کے ذہن میں دو سوالات پیدا ہو رہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ انجمن مذکور کا دفتر کہاں ہے! اور دوسرے یہ کہ اس کے اراکین کا کوئی رجسٹر بھی ہے! یہ سوالات اتنے ہی قدیم ہیں جتنی کہ انجمن طلبائے قدیم۔

معاصر "رعیت" نے ۱۰ مارچ کے اداریہ میں حکومت سے درخواست کی ہے کہ حیدرآباد سیول سروس میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو مساوی نمائندگی دی جائے۔

معاصر "رعیت" کا ایقان ہے کہ ہندوستان میں صرف ایک قوم آباد ہے مگر اس ایک قوم کے اندر دو قوموں کی مساوات چہ معنے دارد؟ اس معمہ کو یا تو مہاتما گاندھی جانتے ہیں یا مہاتما نرسنگ راؤ۔

اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ محکمہ رسد کے احکام کی عدول حکمی کی صورت میں عمال دیہی اور ان کے ورثاء کو مستقل طور پر محروم کرنے کا اختیار صدر المہام بہادر مال کو دیا گیا ہے۔

اس خبر سے معاصر "مشیر دکن" بہت پریشان ہے۔ چنانچہ اس نے حکومت سے درخواست کی ہے کہ عمال دیہی قدیم اور حقوق ورثاء محفوظ رہنے جائیں۔

معاصر موصوف ایک طرف تو ... اور ... حکومت کو پرچار کر ... اور دوسری طرف ...

موروثی حقوق کی حفاظت چاہتا ہے۔ کیا ذمہ دارانہ حکومت مفادات حاصلہ کی حکومت تو نہیں!

سچ ہے - پالیسی حیدر کی پیچیدہ تر از زلف ایاز۔

اسٹالن ——— ہندوستان کی آزادی کا علمبردار۔
(مشیر دکن کی سرخیاں)

بدنصیب ہندوستان آزادی چاہتا بھی ہے تو دوسروں کے سہارے پر!!

معاصر "رعیت" نے "ہند مشرح لیوی" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

"تقسیم ... طریقہ پر عوام ... کرنے کے لئے کاشتکاروں کے پاس سے ان کا فاضل غلہ حاصل کرنا ضروری ہے لیکن ساتھ ہی ہم یہ بھی یاد کرتے ہیں کہ فاضل غلہ کا تعین زیادہ عملی طریقہ پر ہونا چاہئے۔ اگر کسی کاشتکار کے کھیت پر کچھ تیار ہونے کے بعد کاشتکار کی ضروریات کے بقدر غلہ چھوڑ کر باقی فاضل غلہ حکومت حاصل کرے تو یہ سمجھا جائے گا کہ کاشتکار کے فاضل غلہ کا تعین زیادہ عملی طریقہ پر ہوا۔"

کیا یہ "عملی طریقہ" قابل عمل بھی ہے!

"کل اداریہ میں "رعیت" نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ :-

سال حال کاشتکار کی جو توضیح کی گئی ہے اس میں شک نہیں کہ وہ ایک معنے میں تو بہت ٹھیک ہے لیکن اس توضیح کا اثر یا تو یہ ہوگا کہ بہت سے چھوٹے درجے کے قولدار مصیبت میں آجائیں گے یا بڑے درجے کے پٹہ داروں پر مصیبت نازل ہوگی اور قولدار و پٹہ داروں کے جھگڑے شروع ہو کر سکون نہ رہے گا"

معلوم نہیں قولداروں سے ہمدردی کی جا رہی ہے یا بڑے درجے کے پٹہ داروں سے! بہر حال ریسرچ کے لئے یہ سوال ایک اچھا موضوع بن سکتا ہے۔

معاصر "تاج" نے ایک مضمون شائع کیا ہے جس کا عنوان ہے "مجلس اتحاد المسلمین کا سہارا بگڑا" اس سے قبل معاصر موصوف نے ایک اور مضمون شائع کیا تھا جس کا عنوان تھا "ابن الوقت"۔ شاید معاصر موصوف اسی اصول پر عمل کر رہا ہے۔

سچ ہے - اک رنگ کا مضمون ہو تو سو ڈھنگ سے باندھوں۔

جناح کو ہٹ دھرم کہنے سے کام نہیں چلے گا

از
پی۔ سی۔ جوشی

دنیا کے تمام ملکوں میں عوام اپنی قسمت کی تعمیر کرنے کے لئے متحد ہو رہے ہیں۔ لیکن ہم ابھی تک بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کو الزام ہی دے رہے ہیں کانگریسی اور لیگی اخبارات ایک دوسرے کی ذہنیت کو رو رہے ہیں۔ سنجیدہ لیگی اخبارات پاکستان کے مطالبے کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن کچھ ایسے اخبارات بھی جو انگریزوں اور ہندوؤں کے خلاف جدوجہد کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ کانگریس کے ہر مکتب خیال کے جواب میں لیگ کے اندر ایک مکتب خیال موجود ہے۔ ان دونوں جماعتوں میں ایک دوسرے کی مخالفت سے بڑھ کر ایک دوسرے سے لڑنے کا جذبہ بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

واردھا سے ایک اخبار کے نمائندے نے یہ خبر دی ہے کہ گاندھی جی کو اس کا بڑا رنج ہوا کہ مسٹر جناح نے اپنے بیان میں یہ کہا کہ گاندھی جی نے ان کے مشترکہ بیان کے جذبے کو باقی نہیں رکھا گاندھی جی نے اپنی پوزیشن صاف کرنے کی بھی کوشش نہیں کی۔ انھوں نے اخباروں کو بیان دینا بند کر دیا ہے اور ملک کو آزاد چھوڑ دیا ہے کہ وہ جس نتیجے پر خود چاہے پہونچ جائے۔

راجہ جی مسٹر جناح کی ہٹ دھرمی کا ذکر کر رہے ہیں اور کہا جا رہا ہے کہ ان کے نام ہولناک ہیں لیگ کے مطالبے کا سب جواب موجود ہے لیکن وہ اصل سوال کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ یعنی یہ کہ مسٹر جناح راجہ جی کے فارمولے سے متفق کیوں نہیں ہیں اور تمام لیگی حلقے مسٹر جناح کے ہم خیال کیوں ہیں؟

ہر محب وطن کو اس سوال کا تشفی بخش جواب ڈھونڈنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس سوال کا صحیح جواب ان کے دل سے پاکستان کی طرف سے تمام شبہات دور کر دے گا۔ اور لیگیوں پر اس کا اثر پڑے گا کہ وہ گاندھی جی کے تجویزات اور مطالبات کی طرف زیادہ دھیان دیں گے۔ مسٹر جناح کو ہٹ دھرم کہنے سے کام نہیں چلے گا۔ لیگ کو ایک دفعہ تنگ قرار دے کر سمجھنا کہ جیسے وطن کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ اس طرح استدلال کرنے سے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔

گذشتہ ہفتے کے سیاسی واقعات میں اکھنڈ ہندوستان کانفرنس قابل ذکر ہے۔ اس ہفتے آل انڈیا اکالی کانفرنس بھی امرتسر میں منعقد ہوئی۔ اس نے راجہ جی کو فارمولا کو رد کیا اور سکھوں اور ہندوؤں کو یہ ترغیب دی کہ اس کے خلاف لڑیں گے۔ جدوجہد کریں۔ یہی سرمایہ پرست مہاسبھائی لیڈروں [illegible] کوشش [illegible] اور اگر سکھ اور ہندو اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں بجھوانے خلاف ہماری گھر جانتے ہیں تو وہ گاندھی جی اور قائد اعظم جناح کا بھی مقابلہ کر سکتے ہیں۔

اگست کے مہینے میں ماسٹر تارا سنگھ نے گاندھی جی کو ایک خط لکھا تھا کہ اگر پنجاب میں پاکستان قائم ہوا تو سکھوں کا بڑا نقصان ہوگا۔ گاندھی جی نے ان کو اطمینان دلایا کہ سکھوں کے مفاد کو بھی اتنا ہی خیال رکھا جائے گا۔ جتنا بڑے مفاد کا اس اکالی لیڈر نے اپنا خط تو چھاپ دیا لیکن گاندھی جی کا خط نہیں دیا۔ یہ ہے اکالی لیڈروں کی سیاسی ایمانداری۔

جس طرح اکھنڈ ہندوستانی سرچتے۔ بی۔ سری واستوا اور ڈاکٹر کھرے کے ذریعے سے حکومت ہند سے وابستہ ہیں اسی طرح اکالی سردار بلدیو سنگھ وزیر پنجاب کے ذریعے سے پنجاب کے گورنر سے وابستہ ہیں۔ چنانچہ لاہور سے ۱۲ اکتوبر کو ایسوسی ایٹڈ پریس کے نمائندے نے یہ خبر بھیجی کہ حکومت پنجاب نے چھ اکالی لیڈروں کی رہائی کا حکم دے دیا۔ ذرا یہ بھی ملاحظہ ہو کہ اکالی لیڈروں کو سکھ عوام پر کتنا بھروسہ ہے اکالی گردواروں کے منتظم ہیں اور سکھ کمیونسٹوں سے اسقدر خوفزدہ ہیں کہ گوردواروں میں ان کے خلاف برابر فتوی کرتے چلے جا رہے ہیں۔

گاندھی جناح ملاقات کی ناکامی نے انتشار انگیزوں کی بہت افزائی کی ہے۔ یہ عناصر کانگریس اور لیگ کے اندر بھی موجود ہیں۔ یوپی۔ بہار میں وہ انتشار پھیلا رہے ہیں۔ بہار میں ڈاکٹر ضیاء الدین انتشار کی زبان بولنے لگے ہیں۔ یوپی کے کانگریسی لیڈر ڈاکٹر گوپی چند ہندوؤں کے رجعت پرست حصے کی یونینسٹ وزارت کی حمایت کے لئے اسمبلی کے کانگریسی ممبروں کو آمادہ کرنا چاہتے ہیں حالانکہ یہ وہ وزارت ہے جس کے عہد حکومت میں نوکر شاہی اور پولیس کے سوا کوئی آزادی نصیب نہیں ہوئی۔

لیکن یہ تصویر کا ایک رخ ہے تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ کانگریس اور لیگی موجودہ حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان بیانات سے ظاہر ہے۔ ان بیانات میں یہ جذبہ مشترک ہے کہ تلخی نہ پیدا ہونی چاہئے اور ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حالانکہ زیادہ گہرا رجحان بددلی شکست خوردگی اور انتشار انگیزی کی طرف ہے لیکن اتحاد کا رجحان جو بڑھ رہا ہے کامیاب ہو کر رہے گا کیونکہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مفاد اور ان کی بہترین روایات سے وابستہ ہے۔ رجحان یقیناً بڑھے گا اور کامیاب ہوگا لیکن یہ ضروری ہے کہ ہم ان دشمن خیالات اپنی جماعتوں کے اندر جست پر تلا [illegible]

اور انتشار انگیزوں کی مذمت کرنے کی کوشش کریں۔ ان حالات اور عوام کے مفاد کا تقاضہ یہ ہے کہ رجعت پرستی کا قلع قمع کر دیا جائے اور انتشار انگیزوں کے منہ بند کر دئے جائیں۔

”فرمانروائے دکن کی رواداری بے مثال ہے“

پیشوایان مذاہب کے اجتماع میں سر سلطان احمد کی تقریر

حیدرآباد۔ ۳۰ آذر۔ نشان اف۔ جہانتک آپ کو سب سے بڑا پیشوا الخمیس ہے جو اپنی رعایا کو عزیز ترین متاع سمجھتا ہے اور جس کا دماغ خالی ہر مذہب و ملت کی رعایا کے لئے ہوتا رہتا ہے۔ فرمانروائے دکن ایک مثال ہیں ہر پیشوا اور ہر مذہب کے لئے سر سلطان احمد نے والسرائے کی ایگزیکیٹیو کونسل کے آج تمام پیشوایان مذاہب کے عصرانے میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ سر موصوف نے پیشوایان مذاہب کے اتحاد اور یک جائی پر زور دیا دیتے ہوئے کہا کہ ہر مذہب کو امن و امان دوسرے مذہب سے ہے۔ ایسے نازک زمانہ میں مختلف مذاہب کے پیشواؤں کو ایک مرکز پر جمع ہو جانا بڑا ضروری ہے۔ سر موصوف نے مختلف زمانے کے ہندو مسلم تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ تعصب مذہب کی پیداوار نہیں دل و دماغ کی کمزوری ہے مذہب پرستی اور احکام مذہب پر عمل انسانیت کی نشانی ہے۔ سیاسی پیچیدگیاں محض تعصب کا نتیجہ ہیں۔ حیدرآباد مبارک ہے کہ یہاں بڑا بھائی چارہ ہے۔ آپس میں میل ملاپ ہے مل کر رہنے کا جذبہ ہے۔

اعلیحضرت کی حکومت کا فرد اصولاً رواداری اصول ہیں۔ حکومت سرکار عالی نے آئندہ سیاسی اصلاحات کے متعلق جو کانسی ٹیوشن تیار کیا ہے اس میں دیوان بہادر آروامو آئنگار کا بڑا حصہ ہے اس کو میں نے پڑھا خدا کرے کہ اس میں کامیابی حاصل ہو۔ انشاء اللہ اس کے متعلق میری رائے ایک مہینے کے بعد شائع ہو جائے گی۔ سر موصوف نے کہا کہ خدا نے ہمیں آزادی کے ساتھ تقریر کرنے دی۔ بہرحال تمام اہل ملک کو ایک بڑے خطرے کے مقابلے کے لئے متحد ہو جانا چاہئے۔ خدا اور انسانیت کی یہی سب سے بڑی خدمت ہے پیشوایان مذاہب نے یہ بہت اچھا بیڑا اٹھایا ہے۔ اگر کبھی میری خدمات کی ضرورت ہو تو میں لبیک کہنے کے لئے تیار ہوں۔ دوسرے کے مقابلہ کے لئے ہمیں آپس کے اختلافات کو دور کر دینا چاہئے۔

مولانا سید بادشاہ حسینی صاحب نے سر سلطان احمد سے جب یہ کہا کہ اعلیٰ حضرت ظل اللہ الملک کے [illegible] آپ نے اپنی تقریر کی جو رہیں اردو سار کہا ہے اس سے حاضرین بہت مسرور ہوئے۔ سر سلطان [illegible]

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۰) پر

اتحادِ عرب کی تحریک اور اس کا پس منظر

عرب ریاستوں کے وفاق کے ذریعہ سیاسی اتحاد کا سلسلہ پچھلے بیس سالوں سے سُرخ دھاگے کی طرح برابر چلا۔ کئی بار عرب لیڈروں کو اس بات کا اچھی طرح احساس ہو گیا کہ مرکزی عرب حکومت کی ان اختلافات سے گریز ہو گی جو عربوں کے درمیان صدیوں کی تاریخ نے پیدا کر دیئے تھے۔ ان لوگوں کے لئے ایک سبق بن گیا جو مستقبل میں یورپ میں اتحاد قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ اگست ۱۹۳۲ء میں بسلسلہ جزیرہ نما عرب کی ایک کانگریس منعقد ہوئی۔ شاہ حجاز چاہتا تھا کہ عرب اتحاد اس کی رہنمائی میں قائم ہو۔ اس سے اس کی حوصلہ مند تجاویز کا مرکز ہو گیا۔ جزیرہ نما عرب کے باہر کے عربوں میں شاہ حسین کی پوزیشن کسی حد تک تسلیم کی جانے لگی تھی۔ ایک شامی اور فلسطینی وفد نے مکہ میں شاہ حسین سے ملاقات کر کے ۲۲ جنوری ۱۹۲۴ء کو ایک ضخیم اعلان کیا۔ اعلان کے تیسرے پیراگراف میں عرب اتحاد کو جاری رکھنے کی دعوت دی گئی تھی۔ چوتھے پیراگراف میں جزیرہ نما کے امیروں کو جلدی متحد کرنے کی ایک تجویز کا ذکر پیش کیا گیا تھا۔ جب ۱۹۲۴ء میں شاہ حسین کی حکومت ختم ہوئی تو جزیرہ نما کی رہنمائی شاہ ابن سعود کے ہاتھ میں آ گئی۔ یہ مشترکہ عرب اور اسلامی احساسات کی ثقافت کا فیض تھا کہ سابق شاہ حسین کے جو بیٹے عراق اور ٹرانس جورڈن میں حکمراں تھے ان سے ابن سعود کے تعلقات بہت جلد استوار ہو گئے۔ حکومت مصر سے ان کے تعلقات ہمیشہ سے دوستانہ تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ عرب مختلف حکومتوں اور جاگیرداروں میں تقسیم ہونا اتحاد کی راہ میں اتنی بڑی رکاوٹ نہیں جتنی کہ باہری خیال کرتے ہیں۔

۱۹۲۸ء کے بعد کے دس سالوں تک فلسطین کے حادثے کی وجہ سے دنیائے عرب کی ہمدردیوں میں کافی ہیجان پیدا ہو گیا تھا۔ ۱۹۲۹ء کے واقعات کے فوراً بعد بغداد کی عرب کانگریس کی مجلس عاملہ کا ایک اجلاس یروشلم میں ہوا جہاں ایک پروگرام تیار کیا گیا جس کے دو پہلو تھے۔

(۱) عرب ممالک ایک ناقابل تقسیم اتحاد کے حامل ہیں اور عرب قوم کسی تقسیم کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔

(۲) کسی مقامی پالیسی کے بجائے تمام کوششیں سارے عرب ممالک کی آزادی کی طرف مرکوز کر دینی چاہئیں۔

۱۹۳۶ء کے واقعات فلسطین کے بعد ایک عرب کانگریس منعقد ہوئی جس میں ساڑھے چار سو نمائندوں نے شرکت کی اور شیخ رشید رضا نے اعلان کیا کہ فلسطین کا مسئلہ عرب اتحاد حاصل کرنے کا پہلا آئینہ ہے۔

اسی اثناء میں مختلف عرب حکمرانوں کے درمیان دوستی اور اتحاد کے رشتے قائم ہونے کی وجہ سے عربوں کے سیاسی اتحاد کے خیال کو اور تقویت پہنچی۔ اتفاقاً ۱۰ جون ۱۹۳۱ء میں عراق اور مصر کی صلح سے جیسا کہ عراق کے سفارتی حلقوں سے ... الہاشمی پاشا نے القدس کے نمائندے کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ یہ صلح عرب اتحاد اور عرب ممالک کے درمیان احساس ہمسائیگی کی طرف ایک زبردست قدم ہے۔

سعودی عرب اور یمن کے درمیان جو مختصر سی جنگ چھڑ گئی تھی وہ ۲۰ مئی ۱۹۳۴ء کو مسلم دوستی اور عرب برادری کی صلح پر ختم ہوئی۔ اس صلح کی پہلی دفعہ میں کبھی نہ ختم ہونے والی استوار دوستی اور مسلسل مسلم برادری کا ذکر ہے۔ ابن سعود کی دریادلی پر تبصرہ کرتے ہوئے جولائی ۱۹۳۴ء میں ... نے اظہار رائے کرتے ہوئے لکھا کہ یہ صلح عقل سلیم اور سلامت روی کے اظہار سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ جیسا کہ اس کی ایک دفعہ میں بیان کیا گیا ہے عرب برادری اور عرب نسل کی ان مشترکہ کڑیوں کا اتحاد ہے جو آئندہ دونوں عرب حکومتوں کے تعلقات کی نگرانی کریں گی۔ اس صلح کے بعد ۲ اپریل ۱۹۳۶ء کو سعودی عراقی صلح ہوئی جس نے مکہ اور ریاض کے شاہی گھرانوں کے پرانے جھگڑوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ صلح کی دستاویز میں دوسرے عرب ممالک کو بھی اس رشتۂ دوستی میں منسلک ہونے کی دعوت دی گئی تھی اور یہ بات قابل ذکر ہے کہ یمن کے امام یحییٰ نے خوشی خوشی یہ دعوت قبول کی۔

لیکن عربوں میں اس بات پر اختلاف تھا اور اب بھی ہے کہ عرب اتحاد حاصل کرنے کا مناسب ذریعہ کیا ہوگا۔ بعضوں کا خیال تھا کہ سب سے پہلے ایک مشترکہ حکومت کا قیام ضروری ہے۔ ... ۱۶ دسمبر ۱۹۳۳ء میں لکھا گیا تھا کہ عرب اتحاد اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک ایک عرب حکومت انہیں بزور قوت یا بذریعہ الفت متحد کر کے ایک متحدہ قوم نہ بنا دے۔ یونیورسٹی کے شیخ ... نے ۱۰ مئی ۱۹۳۶ء کو ... میں تقریر کرتے ہوئے مخالف نظریہ پیش کیا۔ انہیں چھوٹے چھوٹے اداروں کی ضرورت ہے جو فرد کو فرد سے اور گھرانے کو گھرانے سے متحد کریں۔ کلب، سوسائٹیاں، اسکول اور حکومتیں اس میں معین ہو سکتی ہیں۔ ۱۹۲۹ء میں الرابطہ العربیہ میں لکھتے ہوئے عبد الرزاق نے بھی اسی خیال کا اظہار کیا تھا کہ عربوں کے سیاسی اتحاد سے پہلے زمین ہموار کرنے کے لئے اقتصادی اور ثقافتی اتحاد ضروری ہے۔

۱۹۳۶ء اور بعد کے سالوں میں عرب اتحاد کے رجحانات کی نمایاں خصوصیت یہ رہی ہے کہ وہ صرف حکومت، علمی اور سیاسی حلقوں میں ایک محدود نہیں رہے بلکہ مختلف حلقوں کے عرب جو اتحاد کے خواہشمند تھے ان کے درمیان ... کے ہر شعبہ میں اتحاد و اشتراک کا بیج بونے کی کوشش کی گئی۔ ان سالوں کے عرب پریس کی چند متفرق مثالیں اس رجحان کو سمجھنے میں مدد دیں گی۔ ... جولائی ۱۹۳۸ء کو بغداد میں ... کی ایک شاخ قائم ہوئی۔ یہ شاخ ان متعدد شاخوں میں سے ایک تھی جو ... عرب پاشا کی تحریک پر تمام عرب میں قائم ہو چکی تھیں۔ پاشا موصوف ان بینکوں کو ... بروئے کار عرب کی اقتصادی پالیسی کو تقویت دینے کے لئے استعمال کرتے رہے۔

اسی سال یمن نے اپنی فوج کی تنظیم کے لئے عراق سے ایک عسکری وفد طلب کیا۔ ایمن میں عراق کی حکومت ... یمن میں کام کرنے کے لئے پانچ بڑے افسر اور دس پولیس بھیجنے کی درخواست کی۔ سعودی عرب میں بھی عرب اشتراک کی پالیسی قائم کی گئی تھی۔ شاہ ابن سعود نے عراق کی حکومت سے درخواست کی کہ وہ سعودی عرب کی طبی تنظیم کے لئے ڈاکٹر بھیجے۔ سعودی عرب کی وزارت تعلیم نے اسکولوں کے لئے عرب کی قومی نظموں کی ایک کتاب شائع کی جس کے سرورق پر ... کی تصویر تھی۔ اس کے علاوہ ایک کتاب عرب اتحاد کے مسئلے پر بھی شائع کی گئی۔ ... عرب پاشا نے سعودی عرب کی ترقی پر ایک ریڈیائی تقریر کے دوران میں بتایا کہ مکہ اور مدینہ کے زائرین کے لئے جو ہسپتال تیار کئے گئے ہیں ان میں مصری ڈاکٹر مقرر ہیں اور سعودی عرب کے محکمہ تعلیم میں کئی مصری پروفیسر کام کر رہے ہیں۔

یہ بات بہت ممکن ہے کہ عرب اتحاد کے حق میں سیاسی جوڑ توڑ سے زیادہ اس اشتراک سے فائدہ پہنچا ہے۔ سیاسی جوڑ توڑ سے اتنا ضرور ہوا کہ باہر کی دنیا کے گوش و نظر اس طرف متوجہ ہوئے لیکن اس پرامن اشتراک کے کام میں دوسری جنگ عظیم نے رخنہ ڈال دیا کیونکہ اس کی بدولت عربوں کو بجز سیاست کے دوسری طرف متوجہ ہونا پڑا۔ اب کے اتحادیوں کے مخالفین نے عربوں میں پہلی جنگ عظیم سے بھی سخت پروپیگنڈہ کیا۔ اس پروپیگنڈے کے ساتھ بڑے بڑے نام اور خوش آئند ... وعدے پیش کئے گئے تاکہ وہ عربوں کو لالچ میں مبتلا کر کے ... قوموں کی دوستی سے منحرف کر دیں۔ لیکن پروپیگنڈے کا یہ حربہ قطعی ناکامیاب ثابت ہوا۔ حتیٰ کہ فلسطین اور ایسی جگہوں میں بھی جہاں کوئی سیاسی بارود بھڑکنے کے لئے تیار تھی، عربوں نے غیر ملکی مسائل میں الجھنے سے انکار کر دیا اور اتحادیوں کی دوستی پر قائم رہے۔ عرب آبادی کی متحدہ ثابت قدمی نے اتحادیوں اور خصوصاً انگریزوں کو اس بات کا یقین دلا دیا کہ عرب اتحاد جس قدر عربوں کے لئے مفید ہے اتنا ہی ان کے لئے بھی۔ اس کی وجہ سے آئندہ کامیابی کی راہ ہموار ہو گئی ہے۔

اسی دوران میں عرب حکمرانوں اور قوموں نے معاملات کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اگست ۱۹۴۳ء میں عراق اور مصر کے وزرائے اعظم جنرل نوری السعید پاشا اور مصطفیٰ نحاس پاشا کے درمیان قاہرہ کے مقام پر گفت و شنید ہوئی جو باہمی مفاہمت کی صورت میں ختم ہوئی۔ سرکاری کمیونکے نے اعلان کیا کہ عرب اتحاد اور وفاق کی کوشش کے سلسلے میں دوسرا قدم ایک تنظیمی کمیٹی کا قیام ہوگا۔ لبنان کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ قاہرہ کی ملاقات کے بعد جس اتحاد کا اعلان کیا گیا تھا وہ صرف زبانی جمع خرچ نہیں تھا۔ عراق، مصر اور سعودی عرب نے لبنان کے ساتھ گہری ہمدردی کا اظہار کیا اور فرانسیسی گورنمنٹ کو آگاہ کر دیا کہ سب عرب حکومتیں ... کرنا چاہتے ہیں۔ اسی ... کا نتیجہ تھا کہ ... ایک ... کے بعد ختم ہو گیا اور نتیجہ درحقیقت لبنانی حکومت کی ہوا۔

روائی سے پہلے عرب وفاق کے سلسلے میں شاہ فاروق، ابن سعود اور امیر عبداللہ وغیرہ کے نام لئے جاتے تھے۔ جدید واقعات کے بعد بعض نئے نام بھی پیش نظر آنے لگے ہیں مثلاً شیخ ارسلان، سابق شامی پاشا وزیر اعظم مصر، جنرل نوری سعید پاشا اور عراق کے ایجنٹ [illegible] عبداللہ۔

امیر شیخ ارسلان شام کے دروزی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ عرب کے قومی عربی احیاء میں ان کا خاص حصہ ہے ۱۹۳۶ء کے دوران عرب کانگریس کی تنظیم انہیں نے کی تھی۔ ان کا رسالہ (جنیوا) عرب کے احیاء کی تحریک کا خاص علمبردار رہا ہے۔ ستمبر ۱۹۱۹ء کو دمشق کی عرب کلب میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے عرب کے مستقبل کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ عرب وفاق کا قیام وہ عمل ہے جس کے ذریعہ عرب بیرونی خطرات اور اندرونی اختلافات سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ یہ وفاق حاصل کرنے کے لئے فلسطین، شام اور ٹرانس جورڈن کو متحد کرنا ہوگا۔ اور پھر عراق، سعودی عرب اور یمن کے ملحق ہونے میں پیش ہونا پڑے گا۔ اس کے بعد مصر بھی شریک ہو جائے گا اور اس طرح وفاق ساڑھے چار کروڑ کی آبادی پر مشتمل ہوگا۔

اب عرب تجویزوں کے متعلق برطانیہ کا رد عمل پیش کرنا رہ گیا ہے۔ عرب وفاق اتحادی قوموں خصوصاً برطانیہ کے حق میں بہت مفید ثابت ہوگی۔ مستقبل کی امن پسند دنیا کے لئے عرب وفاق کا قیام لازمی ہوگا۔ عرب کی تنظیم [illegible] اس بات کی ضامن ہیں کہ سلطنت برطانیہ کی ذمہ داروں کی حفاظت ہوگی اور یہ کہ حفاظت عرب اور سلطنت دونوں کے حق میں مفید ہوگی۔ مسٹر ایڈن کو اس بات کا احساس ہے چنانچہ ۲۹ مئی ۱۹۴۱ء کو دارالعوام میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ گذشتہ جنگ عظیم کے اختتام پر جو صلح ہوئی تھی اس کے بعد سے دنیائے عرب نے کافی ترقی کی ہے۔ عرب مفکرین کا خیال ہے کہ عرب میں مزید اتحاد کی ضرورت ہے۔ اسی اتحاد کو حاصل کرنے کے لئے وہ ہماری مدد کے خواہاں ہیں۔ ہمارے دوستوں کی کسی بھی خواہش کو ٹھکرانا نہیں چاہئے۔ مجھے یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے اور قدرتی بھی کہ عرب ممالک کے درمیان اقتصادی اور ثقافتی تعلقات کو اور بھی استوار کیا جائے۔ ہز مجسٹی کی حکومت ہر اس تحریک کی پوری حمایت کرے گی جسے عام مقبولیت حاصل ہوگی۔

راجہ سری کشن صاحب کا استعفا نامہ

(پریس نوٹ)

اخبار رہبر دکن مورخہ ۲۱ آبان ۱۳۵۲ف کی اشاعت میں "مجلس مشاورتی فینانس" کے عنوان سے راجہ سری کشن صاحب بیرسٹر رکن مجلس مذکور کی یادداشت مورخہ [illegible] ۱۳۵۲ف اور ان کی نسبت شخصی مراسلت نیز راجہ صاحب موصوف کا استعفا نامہ شائع کیا گیا ہے سرکار عالی یہ مناسب [illegible]

فینانس اجلاس میں جو حقیقی واقعات ہیں ان کا اظہار ضروری خیال کرتی ہے:

(۱) مجلس مشاورتی فینانس کا پہلا اجلاس ۲۰ آبان ۱۳۵۱ف کو منعقد ہوا۔ اس کے کچھ روز بعد راجہ سری کشن صاحب نے اس اجلاس کی کارروائی سے متعلق ایک یادداشت (جس کو انھوں نے شائع کیا ہے) عالیجناب نواب صدر اعظم بہادر کے ملاحظہ میں پیش کی۔ چونکہ یادداشت کی مبینہ شکایات کا تعلق مجلس کے طریق کار سے تھا اس لئے ایک طرف تو ان کو پیشی صدارت عظمیٰ سے مطلع کیا گیا کہ صدر نشین مجلس (یعنی جناب صدر المہام فینانس) کے پاس ہی راست پیش کر دیں اور دوسری طرف یادداشت کی نقل صدر نشین مجلس کی خدمت میں بھیج دی گئی۔ اس کے باوجود راجہ صاحب نہ تو صدر نشین مجلس کے پاس رجوع ہوئے اور نہ انھوں نے کسی بعد کے اجلاس میں اپنی شکایات کو پیش کیا جس کا انہیں کامل اختیار تھا۔ چونکہ صدر نشین مجلس نے امر متنازعہ میں راجہ صاحب موصوف سے بار بار غیر رسمی گفتگو کی تھی اس لئے اس سکوت سے یہ قیاس کیا گیا کہ ان کی تشفی ہو چکی ہے نیز چونکہ ان کا احتجاج بعض ایسی تجاویز سے متعلق تھا جن کو بہ تکمیل حکم خسروی موازنہ ۱۳۵۲ف سے حذف کر دیا گیا تھا یہ سمجھا گیا کہ راجہ صاحب موصوف کو اب مجلس کی کارروائی کی نسبت کوئی شکایت باقی نہیں رہی ورنہ وہ ضرور یا تو صدر نشین مجلس کے پاس رجوع ہوتے یا خود مجلس میں اپنی شکایت پیش کرتے جس کا ہر رکن کو اختیار ہے۔

(۲) سررشتہ فینانس کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ سوائے ان امور کے جن کا ذکر جریدہ غیر معمولی مورخہ ۳ مہر ۱۳۵۱ف کے ضمیمہ (الف) میں کیا گیا ہے اور جو آئندہ [illegible] سے اختیارات خاص کے تحت ہیں باقی تمام امور کے متعلق مجلس مشاورتی کو اپنے پورے اعتماد میں لے اور اس سے مشورہ اور رائے طلب کرے چنانچہ تحصیل زر، نظم و نسق اور نئے محکمات یعنی انداز وغیرہ کی نسبت مجلس سے تفصیلی مشورہ کیا گیا۔ طریقہ اجمالی [illegible] کو بھی مجلس کے سامنے پیش کیا گیا اور سررشتہ فینانس کے [illegible] یہ امر باعث اطمینان ہے کہ ان جملہ تجاویز کو مجلس کی جانب سے بعض صورتوں میں بالاتفاق اور بعض میں بہ کثرت آرا پسند کیا گیا۔ اس طرح قواعد مجلس کے نفاذ کے تحت سررشتہ نے پبلک مشاورت کے اس ذریعہ کو مکمل اعتماد کے ساتھ ہر اہم اقدام سے قبل اور قیام مجلس سے اب تک ہر موازنہ کے سلسلہ میں باقاعدہ آئینی مجلس کی حیثیت سے [illegible] میں منظوری خسروی حاصل ہے۔

(۳) موازنہ ۱۳۵۲ف کے سلسلہ میں اجلاس منعقدہ ۹ آبان ۱۳۵۲ف کی [illegible] سے متعلق [illegible] اعلامیہ مورخہ [illegible] وضاحت کر دی جا چکی ہے کہ بعض وقتی اخباری [illegible] خواہش کی تکمیل میں جس کو حکومت جائز سمجھتی تھی موازنہ کی اشاعت میں تاخیر [illegible] آئینی مشاورتی مجلس کی تکمیل میں [illegible] کہ تجاویز مجلس کے سامنے پیش ہو سکیں اگر ایسا کیا جاتا تو اس سال کے موازنہ کی نسبت مجلس مذکور سے مشورہ کرنے کا کوئی اور موقع فراہم نہ ہو سکتا تھا۔ جب یہ مجلس منعقد ہوئی تو اس میں صدر المہام فینانس نے صورت حال کی پوری وضاحت فرمائی۔"

(۴) راجہ سری کشن صاحب نے اپنے استعفا کی بنیاد مجلس کے اجلاس منعقدہ ۹ آبان ۱۳۵۲ف کی کارروائی پر رکھی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ صدر نشین مجلس نے آغاز کارروائی سے قبل ہی کمی وقت سے متعلق اراکین سے معذرت چاہتے ہوئے ان اسباب کی کافی وضاحت کر دی تھی جس کی وجہ سے موازنہ تاریخ مذکورہ سے قبل پیش نہ کیا جا سکتا تھا اور ساتھ ساتھ اس امر کی بھی توضیح کر دی تھی کہ ۹ آبان کے اجلاس میں موازنہ پر غور کرنا یا نہ کرنا بالکلیہ مجلس کی صوابدید پر منحصر ہوگا کہ اگر اراکین کی رائے ہو تو کارروائی کو ملتوی کر دیا جا سکتا ہے اور کسی آئندہ تاریخ میں اجلاس منعقد کر کے موازنہ پر غور کیا جا سکتا ہے لیکن وہ خود کسی آئندہ تاریخ میں موجود نہ رہ سکیں گے اور ان کے زمانہ رخصت ان کے فرائض کے [illegible] ان کے بجائے اجلاس کی صدارت کریں گے اس پیشکش کے باوجود اراکین غیر سرکاری ممبروں کی جانب سے خواہش کی گئی کہ تجاویز موازنہ پر کوئی مختلف فیہ مسائل موجود نہیں ہیں اور بہ حیثیت مجموعی موازنہ کی حالت ہر طرح اطمینان بخش ہے اس لئے کسی التوا کی ضرورت نہ ہوگی۔ راجہ سری کشن صاحب نے خود بھی اجلاس مجلس میں کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ اپنے دیگر رفقائے کار کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد صدر نشین نے ہر رکن اجلاس سے انفرادی طور پر مشورہ اور تنقید طلب کی اور بعض اراکین سرکاری اور غیر سرکاری کی جانب سے مختلف مشورے بھی پیش کئے گئے بحث و تمحیص کا سلسلہ کم و بیش ڈھائی گھنٹے تک جاری رہا اور اس کے بعد اراکین غیر سرکاری کی جانب سے قرارداد تجویز پیش ہوئی جس کی تسوید میں تقریباً ۱۰ منٹ صرف ہوئے۔ قرارداد کے محرک جناب مولوی ابوالحسن سید علی صاحب اور ان کے مؤید [illegible] تھے یہ قرارداد بالاتفاق منظور ہوئی۔ جو قرارداد اس طرح منظور ہوئی وہ درج ذیل کی جاتی ہے۔

"آئینی مجلس مشاورتی بابت ۱۳۵۲ف کے موازنہ کو جسے آنریبل مسٹر غلام محمد نے مرتب کیا ہے قابل تعریف خصوصیات کا حامل پاتی ہے جس کی نظیر سرکار عالی کے پچھلے موازنوں میں نہیں پائی [illegible] ملک کی ترقی و [illegible] تعمیری [illegible] کے حق میں [illegible] تعمیری کام [illegible] قوم کی [illegible] ہے۔ صنعتی [illegible] تعلیم جدید [illegible] کے قیام کے واسطے سرمایہ کی فراہمی قابل تعریف ہے۔ موازنہ ۱۳۵۲ف کا شمار [illegible] کی خریداری کے لئے سرمایہ کی فراہمی [illegible] مستقبل [illegible] خوش آئند ہے۔

یہ مجلس اس توقع و یقین کے ساتھ کہ [illegible] آنریبل مسٹر غلام محمد کی [illegible]

بقیہ ملاحظہ ہو صفحہ (۱۱)

نمائش مصنوعات ممالک آصفیہ کے مختلف شعبے

نمائش مصنوعات ممالک آصفیہ میں نہ صرف ملک کی صنعتی ترقی کا مظاہرہ ہوتا ہے بلکہ ملک اور ادارات ملک کی ہر جہتی ترقی کو بھی اس میں نمایاں کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مہینہ تک نمائش جاری رہتی ہے احاطہ نمائش گوناگوں، مفید اور دلچسپ معروضات کا حامل رہتا ہے۔ چنانچہ اس کے مختلف شعبوں کی تفصیلات قابل ملاحظہ ہیں سالانہ نمائش ان ہی شعبوں پر محیط رہے گی۔

پہلا شعبہ

نمائش ترقیات نظم و نسق سرکار عالی :— شعبہ سرکاری سررشتوں کی سالانہ ترقیات، ان کی معروضات اور ان کی افادیت کے لئے مختص ہے اور اس سے سرکار عالی کے نظم و نسق کے معیاری اور مثالی ہونے کی بابت لاکھوں اہل ملک نیز باہر سے آنے والوں کو بہت ہی مفید اور سبق آموز اطلاعات فراہم ہوتی ہیں۔ مبارک دور عثمانی میں مملکت آصفیہ نے جو مراحل ارتقاء و تعمیر طے کئے ہیں اس کو جشن سیمیں کے موقع پر جو نمائش ترقیات نظم و نسق منعقد ہوئی تھی اس میں اجاگر کیا گیا تھا۔ نمائش مصنوعات مملکت آصفیہ میں یہ شعبہ بطور خاص قائم ہوا ہے کیونکہ نظم و نسق کی خوبی اور استواری بلا مبالغہ ہر قسم کی ترقی کی اساس اور بنیاد ہے توقع کی جاتی ہے کہ سال حال ہر سررشتہ کی اس شعبہ میں شرکت ہوگی۔ نیز ہر ضلع کا اور ہر بڑی جاگیر کا ایک ایک اسٹال بھی اس شعبہ میں شامل ہوگا جس کی وجہ سے ملک سرکار عالی سے متعلق بے شمار معلومات سے اہل ملک بیک نظر واقف ہو سکیں۔

دوسرا شعبہ

نمائش مصنوعات :— مملکت آصفیہ میں خود قدیم صنعتیں بڑی ہی بہتر حالت میں قائم تھیں۔ نیز دور عثمانی میں جو صنعتیں نشو و نما پا چکیں اور ترقی کر رہی ہیں ان سب کی اس شعبہ نمائش میں نمائندگی ہوگی بحمد اللہ اس وقت جن ملک میں پارچہ بافی، سلک سازی، قالین بافی، سنگ تراشی، دباغت، سگریٹ سازی، شکر سازی، صابن سازی، تیاری شیشہ و کانچ، چونا سازی، تیاری ادویات و دیگر اشیائے سمنٹ، دیاسلائی، سامان صادری، کاغذ سازی، کھلونا سازی، بٹن سازی، تیاری ظروف چینی [illegible]، تیاری ظروف و آلات فلزی، تنبیل سازی، تیاری [illegible] وغیرہ کی صنعتیں ملک میں قائم اور سرسبز ہیں۔ ان سب صنعتوں کے سینکڑوں اسٹال اس شعبہ میں قائم ہوتے ہیں اور تیاری مصنوعات کی خاطر خواہ نکاسی اور لاکھوں روپیہ کی مقدار میں خرید کی ہوتی ہے۔ باہر سے آنیوالے اس نمائش سے تحائف اور سوغات خریدتے ہیں تو اہل ملک اپنی سال بھر کی ضروریات کو یہاں سے خرید کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس سال کوئی بھی کارخانہ جہاں مصنوعات تیار ہوتی ہوں نمائش میں شرکت کئے بغیر نہ رہے اور انڈسٹریل ٹرسٹ فنڈ سے جن جن کارخانوں کو امداد و اعانت ملی ہے ان کی شرکت تو نمائش میں لازمی ہوگی۔

تیسرا شعبہ

گھریلو مصنوعات ملکی :— ان غریب اور بے سہارا صناعوں اور دستکار خواتین کے لئے جو اپنا ذاتی اسٹال قائم کرنے کی سکت نہ رکھتے ہوں۔ یہ ایسے صناع کہ جن کو اطلاع ہے اس نمائش میں آنا بجد دشوار ہو ان کی سہولت کے لئے اس شعبہ میں ان کی مصنوعات مقررہ فیس داخلہ کی ادائی پر قواعد منظورہ کے تحت اپنی اپنی مصنوعات اور سامان کی نمائش اور فروخت کا انتظام کر سکتے ہیں۔ ایسے بعض اور ادارے بھی سرکار عالی نیز خانگی افراد نے قائم کر رکھے ہیں ان کی بھی نمائش میں شرکت ہوتی ہے۔ ان کے توسط سے بھی فروخت و نمائش مصنوعات ممکن ہے اسی اسٹال کے ساتھ بڑا سا صناعوں کا اسٹال بھی قائم ہوگا جو گزشتہ تین سال سے قائم ہوا ہے۔

چوتھا شعبہ

تبلیغ و تشہیر ادارات قومی :— ہمارے ملک میں تعلیمی، تربیتی، اور رفاہی ادارات بڑی کافی تعداد میں موجود ہیں۔ اور ملک و اہل ملک کی خدمت اور سیوا میں مصروف ہیں۔ ان ادارات کو اپنے اغراض و مقاصد کی نشر و اشاعت تبلیغ و تشہیر کے لئے نمائش مصنوعات مملکت آصفیہ کے موقع پر ایک بہترین موقع ملتا ہے۔ نمائش میں شرکت کرکے وہ اپنے مساعی اور کارناموں کے متعلق اہل ملک کو نہ صرف معلومات فراہم کر سکتے ہیں بلکہ ان کی توجہات کو اپنی طرف مبذول کرانے میں بڑی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ تحریک کشافہ، تحریک ترک منکرات، تحریک ترویج ہندی، ادارہ تربیت جسمانی اور ورزشگاہ [illegible] جسمانی وغیرہ نے نمائش مصنوعات مملکت آصفیہ میں شرکت کی ہے اور خاطر خواہ کامیابی حاصل کی ہے دوسرے ادارات کے لئے جنہوں نے اب تک اس طرف توجہ نہ کی ہو اب کی دفعہ موقع حاصل ہے کہ ملک و اہل ملک کی خوشنودی حاصل کریں۔

پانچواں شعبہ

مظاہرات :— مصنوعات کیونکر تیار ہوتی ہیں۔ خام اشیاء کو جو بجائے خود حقیر اور کوئی اہمیت نہ رکھتی ہوں کیونکہ کارخانوں میں استعمال کرکے قیمتی مصنوعات و اشیائے ضروری میں بدل دیا جاتا ہے۔ اس کا اس شعبہ میں سال بہ سال روز افزوں کامیابی کے ساتھ مظاہرہ ہوتا ہے۔ ہنرمند اور کسان اہل ملک اسی شعبہ میں اپنی ایجادات کا مظاہرہ کرکے سرمایہ دار طبقات ملک اور احکام سرکاری کی توجہات حاصل کرتے ہیں جو ان کی کامیابی کے لئے ناگزیر اور لازم ہے۔

چھٹا شعبہ

معصوم و دلکش تفریحات :— سررشتہ رہنمائی تعلیمات، سررشتہ کوتوالی، اور سررشتہ فوج نیز علاقہ صرف خاص مبارک وغیرہ کے تعاون عمل اور اشتراک سے نمائش میں آنے والوں کی دلچسپیوں اور دل بہلاؤ کا سامان کیا جاتا ہے۔ موسیقی بانڈ، باجے اور ورزشی کرتب، کشتی رانی، آتش بازی، ہاتھی اور اونٹ کی سواری کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے کہ اہل ملک ہر شام نمائش میں بسر کریں۔ چنانچہ دوران نمائش سینماؤں و تھیٹروں میں بہت کم تعداد میں لوگ شرکت کرتے ہیں جو اہل ملک کچھ گراں بار ہوتے ہیں وہ بخوشی حصہ لے سکتے ہیں عائدین ملک کے لئے نمائش کلب قائم ہوتا ہے جس کی بدولت ان معززین کو جو ہر شام کلب جاتے ہیں۔ نمائش کلب ہی میں برج اور بلیرڈ وغیرہ میسر آتا ہے۔ نمائش میں مشاعرہ، بیت بازی کے مقابلے، قیاسی ڈرامے، شعراء مشاعروں و مصرعوں سے بھی تفریح طبع کا انتظام کیا جاتا ہے احاطہ نمائش میں پاک و صاف ہوٹل اور رسٹورنٹ بھی قائم ہوتے ہیں۔

مزید براں

دوران نمائش سالانہ کانفرنس کا انعقاد ہوتا ہے جس سے ملک کی ترقی پر غور و فکر کا جائزہ لیا جاتا ہے امسال بھی دوران نمائش مشاہیر دکن و ہند کو مدعو کیا جا رہا ہے تاکہ اہل ملک ان کے خیالات اور مشوروں سے مستفید ہوں۔

"فرمانروائے دکن کی رواداری بے مثال ہے"

بقیہ سلسلہ صفحہ (۷)

کہ وہ "فخر سلاطین بھی ہیں"

پیشوایان مذاہب کی جانب سے سر سلطان احمد کے اعزاز میں آج شام پولیس باغ عامہ میں ایک پرتکلف عصرانہ ترتیب دیا گیا تھا جس میں نواب مہدی یار جنگ بہادر، نواب عزیز [illegible] جنگ بہادر اور نواب [illegible] جنگ بہادر کے علاوہ علماء، مشائخین، پنڈتوں، پیشواؤں، پادریوں اور فقیہوں کی ایک بڑی تعداد شریک تھی مولانا ولی اللہ حسینی صاحب، بابا پورنداس جی اور [illegible] صاحب مہمانوں کا استقبال کر رہے تھے۔ عصرانہ کے ختم پر سر سلطان احمد کی گلپوشی کرتے ہوئے مولانا ولی اللہ حسینی صاحب نے ایک تقریر پڑھی جس میں حیدرآباد کی تاریخی عظمت اور اعلیٰحضرت بندگانعالی کی اعلیٰ دماغی اور رعایا پروری کا ذکر کیا۔ مولوی سید کاظم علی صاحب صوفی حالی نے مادہ تاریخ سنائے۔ بابا پورنداس نے شکریہ ادا کیا۔

رائے سری کشن صاحب کا استعفا نامناسب تھا

بقیہ سلسلہ صفحہ (۹)

جب کیا جائے گا جبکہ بہ سبب رجوع ملکی مرتفع ابھی حال ہی کا شاہ سن ہو ... کے کامیاب موازنہ کی تائید کرتی ہے۔ اور ترتیب موازنہ کے لئے عالی جناب صدر المہام بہادر اور ان کے شرکائے کار کو مبارکباد دیتی ہے۔"

(۵) ان واقعات کی روشنی میں سررشتہ فینانس کو افسوس اور تعجب ہے کہ رائے صاحب نے ان حالات میں استعفا پیش کیا اور اپنی مراسلت کو جو نبیں کی کارروائیوں اور طریق کار سے متعلق ہے شائع کر دیا۔

گاندھی جی نے پاکستان کی مخالفت کر کے اپنی ضد کا ثبوت دیا ہے؟

دہلی ۲۰ اکتوبر۔ مسٹر ویڈورڈ تھامس نے مسٹر راجگوپال اچاریہ کے نام اپنے خط مورخہ ۲ اکتوبر میں لکھتے ہوئے کہا کہ مجھے حال میں آپ کا بھیجا ہوا ملا۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ہمیں ہندوستان سے ایسی بے ربط اور ادنیٰ بھیجی خبریں ملتی ہیں کہ یہاں کسی چیز کے متعلق کوئی اندازہ قائم نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ آپ کے مجوزہ فارمولا کی پوری شکل ہم تک نہیں پہنچ سکی ہے۔

ہم نے کبھی اس بات کو قابل اعتراض نہیں سمجھا کہ آپ کوئی ایسا فارمولا مرتب کرنا چاہتے ہیں جو سب کے لئے قابل قبول ہو اور مسٹر گاندھی جی کو قائد اعظم کے ساتھ کسی سمجھوتہ پر پہنچنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ اگر آپ میرے خط کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ میں نے اس بات کو مسترد کر دیا ہے جسے آج ساری دنیا تسلیم کر چکی ہے اور وہ یہ ہے کہ گاندھی جی نے قائد اعظم سے پاکستان کی مخالفت کر کے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کا ثبوت دیا ہے حال میں ہندوستان سے ایک خبر بذریعہ برقی تار یہاں تک پہنچی ہے جس سے معلوم ہوا کہ مسٹر جناح نے سامنے پنجاب کا قبضہ پیش کر دیا جس میں ہندوؤں کی کوئی آواز نہیں ہو گی ظاہر ہے کہ ایسی صورت کیا ہے اس خط کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ میں اخبارات کے ذریعے پنجاب کے کچھ رجعت پرستوں کو اپنے خیال کا ہمنوا کروں۔

آپ نے ہمارے خلاف جو کچھ الزام لگایا ہے اس کی ہمیں قطعی کوئی پروا نہیں گو یہاں اس حقیقت کا اعتراف کرنا ہے کہ ہم حالات سے بہت زیادہ واقف ہیں ہم تم سے بہت کم ہندوستان کے بارے میں پوری معلومات رکھتے ہیں۔

انتہائی قیمتوں کا تعین

عوام کی سہولت کے لئے حکومت سرکار عالی نے بصیغہ رسد حسب ذیل اشیاء کی انتہائی قیمتوں کا تعین اور اعلان کر دیا ہے

(۱) بوٹ پالش
(۲) اسلحہ و کارتوس
(۳) استرے کی پتیاں
(۴) چمڑا
(۵) برقی گولے
(۶) کافی
(۷) کتب و رسالہ جات
(۸) فوٹو کا سامان
(۹) کھیل کود کا سامان
(۱۰) سیکل اور سیکل کے پرزے
(۱۱) شراب
(۱۲) سگریٹس
(۱۳) فونٹن پن روشنائی اور پتیاں
(۱۴) ریشمی کپڑا خالص اور مصنوعی
(۱۵) اونی کپڑا
(۱۶) ڈبہ کا دودھ
(۱۷) ڈبہ میں بند کی ہوئی کھانے پینے کی چیزیں وغیرہ
(۱۸) امیٹیا و ریڈیس
(۱۹) جاپانی اسٹیل فیبری بازن
(۲۰) اسٹریلا بیاٹری سیل
(۲۱) ایوریڈی بیاٹریز
(۲۲) گھڑیاں، ٹائم پیس وغیرہ

ان اشیاء کے تاجروں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ سرکار کی مقررکی ہوئی قیمتوں کی مطبوعہ نقول اپنی دوکانوں پر آویزاں کریں۔ خریداروں کو چاہئے کہ وہ ان احکام سے فائدہ اٹھائیں اور نفع اندوزی کا شکار نہ ہوں۔

احکام کی خلاف ورزی کے ضمن میں شہر کے تقریباً (۷۵) تاجروں کے خلاف مقدمات دائر کئے گئے ہیں۔ اگر عہدہ داران شہری رسد کو عوام کا تعاون حاصل رہے تو بہت جلد نفع اندوزی اور ذخیرہ بندی کا انسداد ہو سکیگا۔

شہری رسد کا دفتر عابد روڈ پر جان ہوٹل کے عقب میں واقع ہے۔ کسی صاحب کو تاجروں سے کوئی شکایت ہو یا خفیہ فرخ کی نشاندہی کرنی مقصود ہو تو براہ کرم اس پتہ پر تحریری یا بالمشافہ اطلاع دیں۔

مستقر ہائے اضلاع پر بھی اس قسم کے انتظامات کئے جا رہے ہیں۔

احمد پریس چار مینار میں طبع ہو کر دفتر ملک سانچہ سے شائع ہوا۔